بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

مذہبی و علمی ماہ نامہ

الفرقان

ربوہ - پاکستان

دسمبر ۱۹۵۸ء

فہرست مضامین

(۱) خدمت قرآن مجید کے دس نئے طریقے۔

(۲) مکہ معظمہ کی وادی میں حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی سکونت

(۳) خوراک کی موجودہ مشکلات اور ان کا علاج

(۴) چند مفید حوالے۔ (۵) چند تبلیغی لطائف ۲

(۶) جبابرہ کے دربار میں رسول خدا کا سفیر

ادارۂ تحریر

ایڈیٹر:- ابو العطاء جالندھری

نائب ایڈیٹرز:- (۱) مسعود احمد دہلوی

(۲) خورشید احمد شاد

سالانہ اشتراک

پاکستان و ہندوستان۔ پانچ روپے

دیگر ممالک دس شلنگ

الفرقان کا خاص نمبر

احباب کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ رسالہ الفرقان کا آئندہ نمبر ایک خاص نمبر ہوگا۔ جس میں جناب ملک عبدالرحمٰن خادمؓ مرحوم مجاہد سلسلہ کے حالات زندگی شائع ہوں گے۔

قومیں ان افراد کے ذکر سے زندہ رہتی ہیں۔ جنہوں نے شمع کی طرح پگھل کر جماعتوں کے لئے قربانی دی ہوتی ہے۔ اور جو قومی کاموں کے وقت میں دنیوی مفاد پر لات مار کر آگے آجاتے ہیں۔ جنہیں اپنے دین کیلئے غیرت حقہ ہوتی ہے اور وہ اس کا ثبوت زندگی کے ہر موڑ پر پیش کرتے رہتے ہیں۔ ایسے ہی ہونہار نوجوانوں میں سے جناب محترم برادرم ملک خادم صاحب رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے حالاتِ زندگی اور جماعتی خدمات کے تذکرہ سے بہت سے نوجوانوں میں جوش عمل پیدا ہوگا۔ انشاء اللہ

یہ خاص نمبر جلسہ سالانہ ۵۸ء کے موقعہ پر دفتر الفرقان گول بازار ربوہ سے مل سکے گا۔ انشاء اللہ۔ اس خاص نمبر کا حجم ۶۸ صفحات ہوگا۔ پہلے اور نئے خریداروں کو ان کے چندہ میں ہی ملے گا۔ یوں اس ایک نسخہ کی قیمت بارہ ۱۲ آنے ہوگی۔

(طابع و ناشر ابوالعطاء جالندھری نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر رسالہ الفرقان ربوہ ضلع جھنگ سے شائع کیا)

خدمتِ قرآن مجید کے دس طریقے

اے بے خبر بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

ہر مسلمان اللہ تعالےٰ کے زندہ کلام قرآن مجید سے عقیدت رکھتا ہے اسے آسمانی نوشتہ یقین کرتا ہے تمام دنیا کی نجات اس سے وابستہ سمجھتا ہے۔ اس عقیدت کا تقاضا ہے۔ کہ مسلمان قرآن مجید سے بے انتہا محبت کریں۔ اسے یاد کریں اس کے معانی پر غور کریں اس کے احکام پر عمل پیرا ہوں اور اس آب حیات کو لے کر پیاسی دنیا کے کونے کونے تک پہنچیں۔

اولین مسلمانوں میں قرآن مجید کا بے مثال عشق پایا جاتا تھا۔ اور وہ اس پایاں سمندر کی گہرائیوں میں جا کر درخشندہ موتی نسل انسانی کے سامنے پیش کرتے تھے ان کے دن بھی قرآن مجید پہ تدبر کرتے ہوئے بسر ہوتے تھے اور ان کی راتیں بھی قرآن مجید کی "تلاوت و ترتیل کے مزہ میں گذرتی تھیں۔ وہ سفر میں بھی اس کتاب کی آیات کو دہراتے رہتے تھے اور حضر میں بھی صبح و مساء ان کو اس کتاب سے لگاؤ رہتا تھا۔ غرض ان کی ساری زندگی قرآن مجید کے ساتھ وابستہ ہوتی تھی۔ اور وہ اس پاک کتاب کے انوار سے اپنے دلوں کو نورانی بناتے تھے۔ اور دینی مشکلات میں اس کی رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ صحابہ اور تابعین کے مبارک زمانہ میں قرآن مجید ہی ساری اسلامی زندگی کا محور تھا۔ اور تمام اسلامی ثقافت اسی مرکز کے گرد چکر لگاتی تھی۔ ہر مجلس میں اسی کتاب کا تذکرہ تھا۔ اور ہر مسئلہ کے لئے اسی کتاب کی سند پیش کی جاتی تھی۔ اور ہر مرد و عورت اپنے استدلال کے لئے قرآن مجید کو ہی حجت گردانتا تھا۔ گویا یوں دکھائی دیتا ہے کہ ساری اسلامی زندگی اور سارے اسلامی ماحول پر قرآن مجید چھایا ہوا ہے۔ اور ہر خورد و کلاں اسی آب حیات کے چشمہ سے پیتا ہے۔

اسلام ساری کائنات کا دین ہے اس کی دعوت کا دائرہ سارے جہان پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کی مخاطب ساری نسل انسان ہے۔ اسلام کے اس مقام کا فطرتی تقاضا تھا کہ مسلمان اسلام سے آشنا ہونے کے بعد چاردانگ عالم میں پھیل جاتے اور سسکتی ہوئی انسانیت کو زندگی بخش پیغام دیتے اور تمام انسانوں کو خدائے واحد کے آستانہ پر جھکانے کی کوشش کرتے۔ چنانچہ اسلامی تاریخ بتاتی ہے۔ کہ اولین مسلمانوں نے اس فرض کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی۔ اگرچہ کفار نے اسلامی دعوت کے مقابلہ میں سیف و سنان کے استعمال سے جنگی ماحول سا پیدا کر دیا تھا۔ اور مسلمانوں کو سالہا سال تک دفاعی جنگوں میں الجھنا پڑا۔ اور ایک لمبے عرصہ تک وہ نہایت خوش اسلوبی سے اس ناگوار فرض کو ادا کرتے رہے۔ کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم۔ تاہم اس ماحول میں بھی قرآنی تاثیرات کی شعاعیں زمین کے کناروں تک پہنچتی رہیں۔ اور آسمانی تحریکات کے نتیجہ میں زمینی حالات بدلتے رہے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ اسلام نے عین جنگ کے دوران میں بھی یہ حکم دیا ہے۔ وان احد من المشرکین

استجارك فاجره حتى يسمع كلام الله ثم ابلغه مأمنه (توبہ ۶) کہ اگر کوئی برسرپیکار مشرک تم سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے کر کلام الٰہی (قرآن مجید) سناؤ۔ اور پھر امن وسلامتی سے اس کی منزل مقصود پر پہنچا دو۔ یہ قرآنی حکم بتلاتا ہے کہ ایک طرف تو مسلمان قرآن کے پہنچانے کے بہت دلدادہ تھے۔ دوسری طرف یہ بھی ظاہر کرتا ہے۔ کہ قرآن مجید کی پاک تاثیرات تاریک سے تاریک دل کو اور انتہائی ناسازگار ماحول میں بھی منور کر سکتی ہیں۔ قرآنی ہدایت ہر جگہ راہ پا سکتی ہے۔ اور اس میں ہر شخص کے لئے ہدایت کے سامان ہیں۔

قرآن مجید سے مسلمانوں کا یہ عشق اور اس کے ساتھ ان کی یہ وابستگی لمبے زمانہ تک چلتی رہی اور اس نشہ میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ لیکن جب آخری زمانہ میں عملی زندگی میں فتور واقع ہو گیا۔ اور روحانیت سے گونہ بیگانگت پیدا ہو گئی تو قرآنی معارف وحقائق کے روحانی دروازے بھی ان پر بند ہو گئے۔ اور وہ قرآنی وحدیثی پیشگوئیوں کے مطابق پہلے اہل کتاب کے نقش قدم پر چلنے لگ پڑے۔ اب قرآن پاک کے الفاظ ہیں اور مسلمان ہیں وہ اسے پڑھتے بھی ہیں۔ مگر اب وہ پہلی سی شان کہاں؟ نہ دلوں میں گرمی پیدا ہوتی ہے۔ اور نہ محبت کی چنگاری سلگتی ہے اور نہ ہی وہ جوش وخروش ہے جو اولین مسلمانوں میں قرآن پاک کے ذریعہ سے پیدا ہوا تھا۔ منکرین اور معاندین کا کیا ذکر ہے۔ وہ تو مخالف ٹھہرے۔ جو اپنے تھے وہ بھی بیگانوں کی طرح ہو گئے۔ مسلمان کہلانے والے عوام کو مرعوب کر دیا گیا۔ کہ قرآن مجید کا سمجھنا ان کے بس کا روگ نہیں، وہ اس پاک کتاب تک نہیں پہنچ سکتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عام مسلمان علماء کہلانے والوں کا منہ تکتے رہ گئے۔ اور قرآنی علوم کو اپنے لئے ایک ناممکن الحصول چیز سمجھنے لگے۔ ادھر علماء چونکہ حقیقی روحانیت سے کورے ہو چکے تھے۔ اور انہیں اپنی سطحی معلومات پر بہت ناز تھا۔ قرآنی خزانوں سے وہ محروم ہو چکے تھے۔ اس لئے کہیں تو ان لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ قرآن مجید میں ناسخ ومنسوخ آیات ہیں۔ جب تک کسی شخص کو پوری طرح ناسخ ومنسوخ کا علم نہ ہو اسے حق نہیں کہ قرآن مجید کی تفسیر کرے پھر یہ الجھن پیدا کر دی کہ قرآن مجید کی آیات میں ترتیب نہیں ہے پھر یہ کہ دیا۔ کہ قرآن مجید میں صدہا غیر عربی زبان کے الفاظ پائے جاتے ہیں نوبت جہاں تک پہنچی کہ قرآن مجید کا ترجمہ دوسری زبانوں میں کرنا ممنوع ٹھہرایا گیا۔ انجام یہ ہوا کہ عوام تو عوام علماء تک قرآن مجید کو چھوڑ کر دوسرے علوم فقہ، حدیث، منطق اور فلسفہ وغیرہ کے پیچھے پڑ گئے۔ اور ان کی گتھیوں کو سلجھانے میں عمریں خرچ کرنے لگ گئے۔ قرآن مجید کو طاقچوں میں بند کرنے کا تقدس تو حاصل تھا اسے انسانی عقل وفہم سے بالا کتاب قرار دے کر تو اس کی عظمت بیان کی جاتی تھی مگر اسے ایک زندہ کتاب کی حیثیت حاصل ہو۔ اور وہ ہماری زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہو اور اسی کے احکام سے ہماری نجات اخروی وابستہ ہو۔ ہمارے مومن اور مسلمان ہونے کا معیار قرآن ہی ہو۔ یہ بات ان آخری صدیوں میں مسلم معاشرہ میں موجود نہ تھی۔ خود بہت سے دینی مدارس کا یہ حال تھا۔ کہ وہاں پر فقہ کی تو بڑی سے بڑی کتاب داخل نصاب ہوتی تھی لیکن ترجمہ قرآن مجید کو سارے نصاب میں کہیں جگہ نہ ہوتی تھی۔

اس تذبذب اور بے آہنگی کی حالت کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ غیر مسلم طاقتوں نے اسلامی قلعہ پر یورش شروع کر دی اور پادری اور پنڈت مسلمان قوم کو مرد بیمار قرار دے کر اپنا شکار سمجھنے لگے اور مسلمانوں پر ایک ضعف واضمحلال کی حالت طاری ہو گئی۔ دشمنان اسلام خیال کرنے لگے کہ اس طرح وہ قرآن مجید کو نابود کر دیں گے اور اسلامی تعلیمات کو دنیا سے ملیامیٹ کر دیں گے۔ مگر ان کا یہ خیال خام تھا

قرآن مجید تو وہ کتاب ہے جس کے نازل کرنے والے خدا نے ابتداء میں ہی فرما دیا تھا۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (الحجر ع) کہ ہم نے ہی قرآن مجید کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں کے ضعف اور دشمنوں کی یورش کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے ایفاء کے لئے اس زمانہ میں اپنے فرستادہ کو مبعوث فرمایا جس کی بعثت کی علت غائی قرآن مجید کی حفاظت اور اس کی اشاعت ہے۔ اس کے کام کا آغاز کیا ہی حسین اعلان سے ہوا کہ ؎

جمال و حسن قرآن نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

یہ وہ پیاری صداقت ہے کہ ہر مسلمان بلا تفریق فرقہ اس کو دہرا کر لطف اندوز ہوتا ہے اور اپنی خفتہ محبت کو بیدار کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو خطاب کر کے عرض کیا ؎

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

جوں جوں قرآنی صداقتوں کا اظہار ہوتا تھا اور جوں جوں مسلمانوں میں تازگی اور بشاشت عود کر رہی تھی خدا کا مسیح خوش ہو رہا تھا کیونکہ اس کی زندگی کا مقصد قرآنی حقائق کا اظہار قرار پا چکا ہے فرماتے ہیں ؎

صد بار رقص ہا کنم از خرمی اگر
بینم کہ حسن دلکش فرقاں نہاں نماند

اللہ تعالیٰ کی طرف سے **تحریک احمدیت** اس دور میں اشاعت و خدمت قرآن کے لئے ہی قائم کی گئی ہے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے لوگوں کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ہے ؎

اے بے خبر بخدمت فرقاں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

لوگو! اسلام کے نام لیوا لوگو!! یہ زندگی عارضی ہے۔ جلد یا بدیر ختم ہو جائے گی۔ ہم سب مسافر ہیں اور درحقیقت رخت سفر باندھے بیٹھے ہیں۔ موت کے آنے سے پہلے پہلے قرآن مجید کی خدمت کے لئے کمر ہمت باندھ لو۔ اور دن رات اس میں منہمک ہو جاؤ۔

ان پاکیزہ خیالات کے اختیار کرنے والے اور اس ستھرے ماحول میں آنے والے ہر مسلمان کا دل خدمت قرآن کے لئے بے چین رہتا ہے اور اسے رہنا چاہیئے۔ وہ خدمت قرآن کے بغیر اپنی زندگی کو عبث خیال کرتا ہے اور اسے کرنا چاہیئے۔ اس لئے یہ سوال نہایت اہم ہے۔ کہ وہ کونسے طریقے ہیں۔ جن سے ہم قرآن مجید کی خدمت کر سکتے ہیں؟

قرآن مجید کی خدمت کے **دس طریقے** ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

اوّل۔ قرآن مجید خدا تعالیٰ کی پاک کتاب ہے۔ اس سے حقیقی تعلق پیدا کرنے کے لئے بنیادی طور پر ضروری ہے کہ ہم قرآن مجید کی تلاوت درست طور پر کریں۔ اس کے الفاظ کا مقدور بھر صحیح تلفظ کرنے کی کوشش کریں۔ اسے سرچشمۂ حیات یقین کر کے پڑھیں۔ اور پورے ادب اور احترام سے اسے تلاوت کریں۔ کیونکہ ظاہر کا اثر باطن پر ہوتا ہے۔ اور ماحول سے انسان کا دل اثر پذیر ہوتا ہے اسی بناء پر بہت سے صوفیاء نے پوری یکسوئی کے ساتھ ساتھ انسان کا تلاوت قرآن مجید کے وقت باوضو ہونا بھی ضروری قرار دیا ہے۔

ہم اس امر کو خدمت قرآن کہ رہے ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ قرآن مجید سے استفادہ کرنے کا ادلین گر ہے ورنہ قرآن مجید اپنی ذات میں ہماری خدمت کا محتاج نہیں ہے۔

دوم۔ قرآن مجید سے تعلق پیدا کرنے کے لئے ایس

ضروری ہے کہ پڑھنے والے کو قرآن مجید کا ترجمہ آتا ہو۔ وہ اس کے الفاظ کا مطلب سمجھتا ہو۔ بغیر معنے سمجھنے کے قرآن مجید پڑھنا برکت سے تو خالی نہیں۔ لیکن قرآن مجید سے صحیح فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ جب تک اس کے معانی اور کم از کم ابتدائی تفسیر بھی انسان کو معلوم نہ ہو۔ قلبی لگاؤ کے لئے معرفت اور شناسائی بنیادی شرط ہے۔

سوم۔ محبت اور دلبستگی کے لئے محبوب کا حسین و جمیل ہونا اور عیوب و نقائص سے مبرا ہونا لازمی ہے۔ قرآن مجید سے محبت کے لئے ضروری ہے۔ کہ انسان اسے ان تمام خرابیوں سے منزہ اور پاک یقین کرے جو اس کی شان کے منافی ہیں۔ قرآن مجید کوئی عام انسانی کلام نہیں ہے وہ خدائے رب العالمین کا عالمگیر کلام ہے جس کو ہمیشہ قائم رکھا جانا مقدر ہے۔ اس لئے اس میں اعلیٰ سے اعلیٰ باریک اور لطیف باتیں مذکور ہیں مگر بہت سے سطحی خیالات والے مفسروں نے قرآن پاک کی ایسی تفسیریں کی ہیں اور ایسے ایسے خیالات قرآن مجید کی طرف منسوب کر دیئے ہیں۔ جو درحقیقت قرآن پاک کے چمکدار چہرہ پر بدنما داغوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہم اس جگہ ان کے غلط خیالات کی تفصیل میں نہیں جا سکتے۔ لیکن ہم ان کے بارہ میں سطور بالا میں اجمالی اشارات کر چکے ہیں۔ بہر حال یہ ایک عظیم الشان خدمت قرآن مجید ہے کہ اسے انسانوں کے غلط خیالات سے منزہ قرار دیا جائے۔ اور اس کے روشن چہرہ پر سے بدنما داغوں کو دُور کیا جائے یہ کام اتنا اہم اور وسیع ہے کہ لمبی عمر خرچ کرنے کے باوجود انسان اپنی کوتاہ عملی کا اعتراف کرنے پر مجبور رہے۔

چہارم۔ قرآن مجید پر تدبر اس یقین اور ایمان سے کیا جائے کہ وہ تمام آسمانی صداقتوں کا سرچشمہ ہے۔ اور جملہ ضروری علوم اس میں موجود ہیں۔ یہ یقین حقیقت اور تجربہ پر مبنی ہے کوئی وہم نہیں ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ اس یقین کے ساتھ قرآن مجید کو پڑھنے والا اس سے بہت سے بے مثال موتی اور جواہر نکال سکے گا۔ ورنہ ایک نیم مردہ قرأت کوئی چنداں نتیجہ خیز نہیں ہو سکتی۔ جب انسان قرآنی حسن و جمال پر آگاہ ہو کر پوری شیفتگی اور والہیت سے اس مرکزِ حسن کے گرد گھومے گا۔ تو یقیناً اس کے لئے انوار کے در کھولے جائیں گے۔ اور افضال الٰہیہ کی بارشیں اس پر ہونگی۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ دنیا کو قرآنی حسن کو دیکھنے کی دعوت دے سکتا ہے۔ وہ دنیاوی علوم کے سامنے خوفزدہ اور مرعوب ہونے کی بجائے ان سب علوم کو خدمت قرآن مجید کا ذریعہ بنائے گا۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے۔ کہ سب علوم اپنے آغاز اور اصول کے لحاظ سے قرآن مجید سے ہی ماخوذ ہیں۔

پنجم۔ خدمت قرآن مجید کا ایک طریقہ یہ ہے۔ کہ انسان قرآن مجید کے احکام پر عمل کرے اور اپنی زندگی کو ان کے مطابق گذارے۔ قرآن مجید پر ایمان کے معنے اور اس کا تقاضا یہی ہے۔ کہ انسان قرآنی حکموں پر عمل کرے اور اپنی گردن کو ان کے جوئے کے نیچے رکھ دے۔ قول بلا عمل تو ایک بے ثمر درخت ہے۔ جو صرف جلانے کے کام آ سکتا ہے۔ قرآنی احکام پر عمل کرنا انسان کے اپنے فائدے کی بات ہے مگر ہم اسے اس جگہ قرآن مجید کی خدمت کا ایک طریقہ بتا رہے ہیں کیونکہ درحقیقت جب مسلمان قرآن مجید پر عمل نہیں کرتے اور ان کی حالت گرتی جاتی ہے تو وہ نام کے طور پر قرآن مجید کی طرف منسوب ہونے کے باعث گویا قرآن مجید کو بدنام کرنے والے ہونگے۔ دشمن یہ کہ سکیں گے۔ کہ اگر قرآن میں تاثیر ہوتی تو ان مسلمانوں کی حالت میں تبدیلی کیوں نہ ہوتی۔ لیکن جب مسلمان قرآن مجید پر عمل کر کے اچھی حالت اختیار کر لیتے ہیں۔ تو وہ گویا قرآن مجید کی نیک نامی کا موجب ہوتے ہیں۔ اور مجازاً اسے قرآن مجید کی

خدمت قرار دیا جا رہا ہے۔ یہ عملی حصہ انفرادی زندگی سے وابستہ ہے۔ اجتماعی زندگی کا بیان آگے آئیگا۔

ششم ۔ قرآن مجید میں موٹے طور پر کچھ ماضی کے واقعات مذکور ہیں کچھ آئندہ کے لئے پیشگوئیاں ہیں۔ اور کچھ احکام و اوامر ہیں۔ یعنی نہ کرنے اور کرنے کی باتیں ہیں۔ ایک مسلمان قرآن مجید کی یہ خدمت بجا لا سکتا ہے کہ وہ تاریخی واقعات، آثار قدیمہ، دیگر مذاہب کی کتب اور دوسرے دلائل سے قرآنی بیانات کے لئے تائیدی شواہد پیش کرے۔ آئندہ والی پیشگوئیوں کے پورا ہونے پر فوراً ان کا اعلان کرے اور نواہی اور اوامر کی حکمت اور فلسفہ بیان کرے۔

اس وسیع دائرہ خدمت قرآن مجید سے دشمنان اسلام کے اعتراضات کا ازالہ ہوگا۔ مومنوں کے دلوں میں ایمان کی زیادتی ہوگی۔ اور عمل کرنے والے ثلج قلب سے عملی قوتوں کو بروئے کار لائیں گے۔

یہ کام بھی مخلصین کی لمبی عمریں اور پرخلوص و مسلسل خدمت سے سرانجام دیا جا سکتا ہے۔ بہت سے لوگ یہ کام ایک حد تک کر چکے ہیں۔ مگر ہر روز نئے نئے امور پیدا ہوتے ہیں اور اس لحاظ سے خدمت قرآن کے نئے نئے پہلو ظاہر ہو رہے ہیں۔ اس لئے ہر زمانہ میں ایسے عشاق قرآن مجید کی ضرورت ہے جو اس راہ میں خون اور پسینہ ایک کر کے اپنے خدا کے سامنے سرخرو ہو سکیں (اللھم اجعلنا منھم)

ہفتم ۔ ہمارا یہ زمانہ اشاعت کا زمانہ ہے۔ اللہ تعالےٰ کی فعلی شہادت گواہ ہے کہ آج دنیا کے متفرق اور دور دراز علاقوں کو ملانے کے لئے جو سامان اور اسباب پیدا ہو گئے ہیں وہ پہلے زمانوں میں ہرگز موجود نہ تھے۔ اگر یہ درست ہے کہ اللہ تعالےٰ اسلام کو دنیا کا عالمگیر دین بنانے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ اور اگر یہ سچ ہے کہ قرآن مجید ساری دنیا کی شریعت بننے والا ہے۔ (اور یقیناً ایسا مقدر ہے) تو ماننا پڑے گا۔ کہ اس نبأ عظیم کے ظہور کا یہی زمانہ ہے اور قرآنی صداقتوں کی دنیا کے کونہ کونہ میں منادی کرنے کا یہی وقت ہے۔ اس لئے اس وقت قرآن مجید کی ایک بہترین خدمت یہ ہے۔ کہ قرآن مجید کے تراجم دنیا بھر کی زبانوں میں پورے اہتمام اور صحت کے ساتھ شائع کر دیئے جائیں۔

یہ کام بھی بہت اہم اور بڑی ذمہ واری کا کام ہے جس کے لئے اہل علم اور مخلص احباب کے علاوہ خاصے سرمایہ کی ضرورت ہے۔ اہل علم اپنے علم اور زبان دانی سے خدمت کریں اور اہل ثروت اپنی دولت سے خدا کے کلام کو گھر گھر پہنچانے میں حصہ لیں۔ خدمتِ قرآن کا یہ بھی بڑا موقعہ ہے۔

ہشتم ۔ آج دنیا مذاہب کی منڈی کی صورت اختیار کر چکی ہے اور قرآنی پیشگوئی وترکنا بعضھم یومئذٍ یموج فی بعض کے مطابق سب اہل مذاہب اپنے اپنے مذہب کی برتری ثابت کرنے کیلئے میدان میں اترے ہوئے ہیں۔ عیسائیت، ہندو دھرم اور بدھ ازم اسلام کو چیلنج دے رہے ہیں۔ اور قرآنی صداقتوں کی شان کو کم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اب ضرورت ہے۔ کہ قرآنی حکم وجاھدھم بہ جھاداً کبیراً کے مطابق تمام مسلمان مجاہدین میدان میں آ جائیں۔ علمی، دلیل اور برہان سے اسلام کی فضیلت اور قرآن مجید کی برتری ثابت کر دیں۔ یہ مجاہدین مخالفین کے اعتراضات کے مدلل جواب بھی دیں اور پوری روحانی قوت سے قرآنی صداقتوں کی برتری علوم کی روشنی میں ثابت کر لیں یہ کام بھی اعلیٰ ترین خدمت قرآن کریم ہے۔ اور بہت بڑی ہمت اور جانفشانی کو چاہتا ہے۔

نہم ۔ نواں طریق خدمت قرآن مجید کا یہ ہے۔

کہ انسان مقدور بھر اپنا وظیفہ بنالے کہ بہرحال قرآن مجید پھیلانا ہے۔ جو اَن پڑھ ہیں۔ ان کو ناظرہ قرآن مجید پڑھائے جو ناظرہ پڑھ سکتے ہیں ان کو ترجمہ پڑھائے۔ جو ترجمہ جانتے ہیں ان کو تفسیر سکھائے اور جو تفسیر جانتے ہیں انہیں قرآن مجید کے مزید خزائن سے آگاہ کرے۔ یہ ایک نہ ختم ہونے والا پروگرام ہے۔ اور اس کے ماتحت ہر شخص اپنے اپنے دائرہ میں خدمت قرآن یعنی اشاعت قرآن کریم سرانجام دے سکتا ہے زبان سے بھی اشاعت قرآن کریم کرسکتا ہے۔ تحریر کے ذریعہ بھی قرآنی حقائق کو پھیلا سکتا ہے۔ اپنا مال خرچ کرکے دوسروں تک قرآن مجید پہنچا سکتا ہے غرض یہ خدمت بصورت اشاعت بھی بے انتہا وسعت رکھتی ہے۔ مبارک وہ جو خلوص سے قرآن پاک کی خدمت سرانجام دیتے ہیں۔

دہم۔ دسواں طریقہ خدمت قرآن مجید کا ایک عالمگیر اور پائیدار طریقہ ہے۔ اور وہ یہ کہ انسان قرآن مجید کے مطابق صحیح اسلامی معاشرہ قائم کرنے کے لئے جدوجہد کرے۔

یہ کام انسان اپنے نفس سے شروع کرے گا۔ پھر اپنے گھر میں قرآن مجید کے احکام کو جاری و ساری بنائیگا اپنے محلہ والوں کو اپنے گاؤں والوں کو اور اپنے شہر والوں کو ایسی سوسائٹی بنانے کی تلقین کرے گا۔ جو قرآن مجید کی دلدادہ اور اس پر عمل پیرا ہو۔

اگر ہر گاؤں اور ہر شہر میں یہ تحریک کارگر ثابت ہو جائے۔ تو سارا ملک قرآنی آواز سے گونج اُٹھے گا۔ اور ہر گلی کوچہ میں قرآنی شریعت کا نفاذ ہوگا۔ ہر فرد قرآنی احکام پر عمل پیرا ہوگا اور ہر مجلس میں اسی پاک کتاب کا چرچا ہوگا۔ اسلام کے مدبر، اسلام کے سیاستدان، اسلام کے جرنیل، اسلام کے تاجر، اسلام کے زمیندار، غرض ہر طبقہ اور ہر شعبۂ زندگی کے افراد قرآن مجید کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں گے۔ اور اپنے اپنے دائرہ میں قرآنی معاشرہ کو قائم کرنے والے ہوں گے۔

درحقیقت اسی روحانیت سے لبریز اور پُر رونق اسلامی معاشرہ کے قیام کے لئے تمام راستباز کوشش کرتے رہے ہیں اور ہمارے اس دَور میں ایک پُر شوکت جدوجہد کی اشد ضرورت ہے۔ یہی حقیقی اور دائمی خدمت قرآن مجید ہے۔ اور اسی کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لوگوں سے اپیل کی ہے ؎

اے بے خبر! بخدمت فرقاں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تبصرہ

"گلزار احمد"

پنجابی اشعار میں ہیر وارث شاہ کے طرز پر مکرم جناب حامد شاہ صاحب نے نہایت دلچسپ انداز میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات زندگی قلمبند فرمائے ہیں۔

کتابت طباعت اور کاغذ بھی نہایت عمدہ ہیں۔ حجم بڑے سائز کے اسّی صفحات ہیں۔

قیمت ایک روپیہ۔

ملنے کا پتہ

ظفر پبلشرز اینڈ بک سیلرز ربوہ

چند تبلیغی لطائف

(۲)

کشمیر دُور ہے یا آسمان؟

اسی زمانہ میں جب میں فلسطین میں تھا (۱۹۳۱ء تا ۱۹۳۶ء) ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ نابلس شہر کے چند سکول ماسٹر ملنے کے لئے میرے پاس کبابیر میں تشریف لائے۔

کبابیر جبل کرمل پر حیفا کے نزدیک ایک گاؤں ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سارا ہی احمدی افراد پر مشتمل ہے۔ اس جگہ جماعت احمدیہ کا مرکز ہے مسجد ہے۔ مدرسہ ہے اور اسی جگہ سے ماہوار رسالہ البشریٰ اس زمانہ میں جاری تھا۔ مسجد کے ساتھ میں نے ایک حجرہ بھی مبلغ کے لئے تعمیر کرایا تھا۔ اور جن دنوں میں کبابیر میں ہوتا تھا تو میری رہائش اسی کمرہ میں ہوتی تھی — نابلس کے یہ اساتذہ ملنے کے لئے اسی کمرہ میں تشریف فرما تھے۔ اور اس وقت اس کمرہ میں چند احمدی احباب بھی موجود تھے۔ جن میں حضرت الشیخ علی القزق رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ یہ صوفی مشرب بوڑھے احمدی تھے۔ پہلے فرقۂ شاذلیہ میں داخل تھے۔ زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے۔ مگر بڑے دیندار اور زیرک تھے۔

نابلسی اساتذہ میں سے ایک نے جبکہ میں ابھی ان کے لئے قہوہ تیار کر رہا تھا۔ دریافت کیا کہ کیا آپ حضرت مسیح کو وفات یافتہ مانتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہاں قرآن مجید سے یہی ثابت ہے۔ اس پر انہوں نے سادہ طریق پر پوچھا کہ پھر ان کی قبر کہاں ہے۔ میں نے جواب دیا کہ ان کی قبر کشمیر ہندوستان میں ہے

اس استاد نے جھٹ سوال کر دیا۔ کہ حضرت مسیح تو فلسطین میں تھے۔ کشمیر میں اتنی دُور وہ کس طرح چلے گئے۔ اور وہاں ان کی قبر بن گئی؟

اس سوال کا میں ابھی جواب دینے نہ پایا تھا۔ کہ مرحوم الشیخ علی القزق نے اسی استاد کو مخاطب کرتے ہوئے جھٹ پٹ کہ دیا کہ

یا استاذ! ھل کانت بلاد الکشامرِ ابعد من السماء؟

اے استاد! کیا کشمیر کا ملک آسمان سے بھی دُور ہے؟ ان کی مراد یہ تھی کہ آپ لوگ حضرت عیسےٰ کا آسمان پر جانا تو تسلیم کر لیتے ہیں۔ مگر کشمیر جانے پر اس لئے تعجب کر رہے ہیں کہ وہ دُور علاقہ ہے حالانکہ کشمیر بہر حال زمین پر ہے اور آسمان سے دُور نہیں ہے۔

اس جواب کا سننا تھا کہ تمام استاد عش عش کرنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ بہت عمدہ جواب ہے۔ ایک نے مجھے کہا کہ آپ نے ان احمدیوں کو خوب پڑھایا ہے۔ میں نے کہا کہ اس بارے میں میرے پڑھانے کا ذرا بھر دخل نہیں۔ یہ تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے بر وقت جواب سکھایا گیا ہے۔ ورنہ مجھے تو خود اس بات کی

طرف توجہ بھی نہ تھی۔

(۱۳)

تثلیث اور توحید کے حامی

قیام مصر کے زمانہ کی بات ہے۔ کہ ایک دفعہ عیسائی مبلغین سے حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کے بارے میں مناظرہ مقررہ ہوگیا۔ فریق مخالف میں دو امریکن پادری اور ایک مصری پادری تھے۔ یہ امریکن پادری بھی بیس سال سے زیادہ مصر میں رہنے کے باعث اچھی طرح عربی بولتے تھے۔ اس مباحثہ میں الازہر کے بعض مشائخ اور دوسرے تعلیم یافتہ لوگ بھی سامعین میں شامل تھے۔

خوب دھوم دھام اور شان سے مباحثہ ہوا اور اللہ تعالے کے فضل سے اسلام کا غلبہ ظاہر ہوا ایک عجیب اتفاق اس موقعہ پر یہ ہوا۔ کہ عیسائی صاحبان کی طرف سے پہلے مصری پادری صاحب نے جواب دیئے امریکن انچارج پادری نے اس کی کمزوری کو محسوس کرکے دوسرے موقعہ پر خود کھڑا ہونا ضروری سمجھا اور جواب دینے کی کوشش کی۔ دو مرتبہ کے بعد وہ خود بخود بیٹھ گیا۔ اور تیسرے پادری کو کھڑا کر دیا۔ اس بیچارے نے بھی ہاتھ پاؤں مارے مگر ان سے بات نہ بن سکی۔ معاملہ یہ پیش تھا۔ کہ خود انجیل سے ہی ایسے دو مومن گواہ پیش کر دئے جائیں جو یہ گواہی دیں کہ ہم نے بچشم خود حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر جان دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس مطالبہ کو ان پادری صاحبان میں سے کوئی پورا نہ کر سکا۔

اس پر ایک صاحب نے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ ادھر تین پادری باری باری بولتے ہیں۔ اور ادھر آپ اکیلے ہی ان سب کو جواب دے رہے ہیں۔

میں نے بطور لطیفہ کہا کہ میں توحید کا حامی ہوں اس لئے اکیلا ہوں اور وہ تثلیث کے قائل ہیں۔ اس لئے تین ہیں۔ اس پر پادری صاحبان بھی مسکرا پڑے۔

ضرورت کاتب

ہمیں افسوس ہے۔ کہ الفرقان کے پرانے کاتب منشی نورالدین صاحب نے ماہ دسمبر ۱۹۵۸ء کے رسالہ کی کتابت سے محض اس لئے انکار کر دیا کہ جلسہ سالانہ کی وجہ سے ان کے پاس ہنگامی کام ہے یہ بے اصولی قابل افسوس ہے۔

بہرحال رسالہ کی کتابت کے لئے ایسے اچھے اور نفیس خط والے کاتب کی ضرورت ہے جو اسے ایک حد تک خدمت دین بھی سمجھے۔ باہر کے کاتب صاحب کے پاس بھی مسودہ ماہ بماہ بھجوایا جا سکتا ہے۔ نمونہ خط بھیج کر اجرت وغیرہ کا تصفیہ ہو سکتا ہے۔

منشی عبداللطیف صاحب اس نمبر کے کاتب بھی اپنا خط زیادہ واضح اور بہتر بنانے کی کوشش کریں گے۔ (ایڈیٹر الفرقان۔ ربوہ)

معذرت

رسالہ ہذا کی پانچویں کاپی (یعنی ۳۳ صفحہ سے ۴۴ تک) پریس میں بھیجی گئی تھی۔ مگر وہ اڑ گئی ہے اور پریس اسے بروقت طبع نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے مجبوراً یہ رسالہ بتیس ۳۲ صفحات (ٹائیٹل والے چار صفحے علیحدہ ہیں) پر ہی شائع ہو رہا ہے معذرت پیش ہے آئندہ نمبر جناب خادم صاحب مرحوم کے حالات پر مشتمل ہے اور اسکے صفحات لازماً زیادہ ہوں گے۔ (مینیجر)

مکّہ معظمہ کی "وادی غیر ذی زرع" میں

حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیل علیہما السّلام کی سکونت

"رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ"

کے

قرآنی بیان پر عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب!

کیا حضرت ہاجرہ لونڈی تھیں؟

(جناب شیخ عبدالقادر صاحب لائل پوری)

پادریوں کا اعتراض پادریوں کی طرف سے قرآن مجید پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں :

ان میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ قرآن مجید کا یہ دعویٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل اور ہاجرہ کو وادی غیر ذی زرع مکہ میں لا بسایا اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے مل کر خانۂ کعبہ کو تعمیر کیا۔ تاریخی لحاظ سے درست نہیں ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کبھی مکہ معظمہ گئے ہی نہیں اس زمانہ کی مستند تاریخ تورات ہی ہوسکتی ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی پہلی بیوی سارہ کے کہنے پر اور خدائی تحریک کے پیش نظر ہاجرہؓ اور اسماعیل علیہ السلام کو ایک مشکیزہ پانی اور کچھ کھانا دے کر گھر سے نکال دیا۔ حضرت ابراہیم کا اس وقت جنوبی فلسطین میں یہودیہ کے گاؤں جبرون میں بسے ہوئے تھے۔ وہاں سے جنوب مغرب کی طرف بیر سبع کے بیابان میں حضرت ہاجرہ بچے کو ساتھ لے کر بھٹکتی رہیں۔ پانی ختم ہوگیا۔ بچہ پیاس سے بیتاب تھا۔ حضرت ہاجرہ اس بے کسی کی موت کو دیکھ نہ سکتی تھیں وہ دور بیٹھ کر جناب الٰہی میں فریاد کرنے لگیں۔ اللہ تعالےٰ کے فرشتہ نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور پانی کے ایک کنوئیں کی طرف غیب سے اشارہ ہوا۔ حضرت ہاجرہؓ نے وہاں سے پانی لے کر اپنے بچہ کی پیاس بجھائی۔ حضرت ہاجرہ اور اسماعیل بیر سبع کے بیابان میں رہنے لگے۔ حضرت اسماعیل وہیں پروان چڑھے جوان ہوئے اور ایک ماہر تیر انداز بن گئے۔ اس کے بعد وہ فاران کے بیابان میں آ گئے۔ اور ایک مصری عورت سے ان کی شادی ہوئی۔

تورات کی کتاب پیدائش سے یہ واقعہ پیش کرنے کے بعد یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ حضرت ہاجرہؓ اور اسماعیلؑ پہلے بیر سبع گئے وہاں سے کنعان کے جنوب مغرب کی طرف واقع جزیرہ نمائے سیناء کے علاقہ میں آباد ہوئے۔ وہیں دشتِ فاران تھا۔ نہ حضرت ہاجرہ اور اسماعیل حجاز

میں آئے۔ نہ حجاز کے علاقہ میں کوئی فاران نام کا بیابان ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہل وعیال کو گھر سے نکال کر کبھی پرسش احوال نہ کی۔ توراتِ سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مرض موت میں اسماعیلؑ ان کے پاس موجود تھے اور انہوں نے حضرت اسحاقؑ سے مل کر ان کو دفن کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت ہاجرہ و اسماعیل کے پاس جانا ثابت نہیں۔ لہذا یہ دعویٰ کہ حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے اور بیوی کو ساتھ لیکر مکہ معظمہ کی وادیٔ غیر ذی زرع میں آئے اور یہاں کعبۃ اللہ تعمیر کیا۔ تاریخی لحاظ سے ایک بے بنیاد دعویٰ ہے۔ یہودیہ کے علاقہ بئر سبع میں مہاجرت بچہ کی پیاس، چشمہ کی نشان دہی کا واقعہ عربوں نے اٹھا کر مکہ معظمہ کی طرف منسوب کردیا۔ پھر اپنے ہاں ایک مقام ابراہیم بنالیا۔ اور بئر سبع کے چشمہ کو زمزم کے چشمہ کے ساتھ ملا دیا۔ اسحاق کی بجائے اسماعیل کو ذبیح اللہ قرار دے دیا۔ بخاری شریف میں حضرت ابن عباسؓ کی طویل روایت کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تین بار مکہ معظمہ میں آئے۔ پہلی بار حضرت ہاجرہ اور اسماعیل کو چھوڑنے اور بعد میں ملاقات کی غرض سے اور خانۂ کعبہ کی تعمیر کے لئے تشریف لائے ایک بے ثبوت دعویٰ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سَو سال سے اوپر تھی۔ حبرون سے مکہ معظمہ چھ سَو میل کے فاصلہ پر تھا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ سو سوا سو سال کا ایک ناتوان شخص تین دفعہ چھ سو میل کی مسافت طے کرکے گیا ہو۔

معترضین کی طرف سے یہاں پہنچ کر مزید اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ تورات کی پیشگوئی کہ "خداوند فاران سے آئے گا اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوگا" کا مصداق رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ فاران سینا کے علاقہ میں واقعہ تھا۔ حجاز کے علاقہ میں فاران نام کا کوئی مقام ثابت نہیں۔

یہ اعتراض ہے تو بہت پرانا۔ لیکن پادری برکت اللہ صاحب ایم اے نے اپنی تازہ کتاب "توراتِ موسوی اور محمدؐ عربیؐ" میں اس کو بڑے جوش وخروش سے دہرایا ہے۔ اور بعض احمدی احباب پر جو کہ یورپ میں گئے وہاں کے پادریوں نے یہی اعتراض کیا ہے۔ اس لئے اس کا جواب دینا ضروری ہے ؎

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را

یورپ اور ایشیا کے پادریوں کا اعتراض ہم نے من وعن پیش کر دیا ہے اب اس کا جواب دیا جاتا ہے۔

اعتراض کا جواب عیسائی علماء عربوں کی قدیم روایات اور مربوط علم الانساب[1] کو سند نہیں سمجھتے جس کی رو سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو مکہ میں چھوڑنے آئے بعد میں یہاں کعبۃ اللہ تعمیر کیا۔ حضرت اسماعیل کی اولاد یہاں بسی ان کے بیٹے قیدار کی نسل میں سے رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ ان کے نزدیک بہترین سند صرف تورات ہے اس سب سے پہلے ہم تورات کے بیانات کی حقیقت واضح کرنا چاہتے ہیں۔

تورات کے ماخذ یہ امر تقریباً مسلم ہے۔ کہ

---

[1] فلپ حتی اپنی کتاب تاریخ عرب میں لکھتے ہیں۔

"واقع میں عربوں کے سوائے کسی دوسری قوم نے نسب کو ایک باقاعدہ علم کے درجہ تک ترقی نہیں دی" پھر لکھتے ہیں کہ نسّاب کا دعویٰ ہے کہ حجازی، نجدی نبطی، تدموری عرب حضرت اسماعیل کی نسل میں سے ہیں (تاریخ ملت عربی ص ۴۹، ۵۲)

تورات اپنی موجودہ شکل میں حضرت موسیٰ نے نہیں لکھی آپ کی لکھی ہوئی الواح اور تحریریں۔ مرورِ زمانہ کے باعث اور بنی اسرائیل پر بابلی اور آشوری حملوں کی وجہ سے ضائع ہوگئیں۔ حضرت موسیٰؑ کے سات آٹھ سو سال بعد جب بنی اسرائیل ستر سال کی جلا وطنی سے واپس لوٹے تو انہوں نے اپنے گم شدہ سرمایہ کو فراہم کرنا شروع کیا اور مختلف ماخذوں اور قدیم روایات کو سامنے رکھ کر موجودہ شکل میں تورات کو مرتب کیا۔ تورات کی موجودہ شکل موسوی تورات سے بہت مختلف ہے۔ موجودہ تورات میں قدیم تحریری ذرائع کو یکجا کیا گیا۔ متضاد اور مختلف روایات کو بغیر چھان بین کے جمع کر دیا گیا اور بعض جگہ قومی اور مذہبی نقطہ نظر کے سانچہ میں تاریخی واقعات کو ڈھال لیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ تورات میں ایک واقعہ کے متعلق دو متضاد بیانات ملتے ہیں۔ پیدائش عالم کے دو مختلف بیانات۔ طوفان نوح کے متعلق دو بیانات اسی طرح خروج بارہ باب میں عید فسح کے منانے کے متعلق دو قسم کی ہدایات بیت ایل، بیر سبع اور اسرائیل کے ناموں کی مختلف وجہ تسمیہ، حضرت یعقوب کے بھائی عیسو کی بیویوں کے مختلف نام اور اسی طرح حضرت ہاجرہ کے متعلق مختلف بیانات تورات میں شامل ہیں یہ اس لئے ہوا۔ کہ تورات کے مؤلفین نے کئی ایک تحریری طومادوں کے اقتباسات جمع کر کے اسرائیل کی قومی اور مذہبی تاریخ کو مکمل کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ موجودہ تورات میں بعض غلط اور متضاد واقعات شامل ہوگئے۔ بائبل میں ان تحریری ماخذوں کا نام بھی کئی جگہ آیا ہے۔ جن سے مدد لیکر تورات اور عہد عتیق کی تاریخی کتب مرتب ہوئیں۔ مثلاً خداوند کا جنگ نامہ (گنتی $\frac{۲۱}{۱۴}$) الیاشر کی کتاب (یسوع $\frac{۱۰}{۱۳}$) سموائیل نبی جاد اور ناتن کی تاریخی کتب (تواریخ ۱ $\frac{۲۹}{۲۹}$) شمعیاہ نبی اور عید و کے صحائف (تواریخ ۲ $\frac{۲۲}{۱۵}$) وغیرہ

تورات کے متعلق محققین کے نظریہ میں ارتقاء

دسویں صدی عیسوی بلکہ اس کے کچھ عرصہ بعد تک تو یہی خیال غالب تھا کہ موجودہ تورات کے مصنف حضرت موسیٰؑ ہیں۔ سب سے پہلے مشہور و معروف سپین کے ربی "ابن عزرا" نے بارہویں صدی عیسوی میں دبی زبان سے یہ اقرار کیا کہ تورات میں ایسے بھی حصے نظر آتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ کتاب حضرت موسیٰ کے بعد لکھی گئی۔ سولہویں صدی عیسوی کے پہلے ربع میں کارل سٹیڈٹ (Carlstadt) نے یہ کہا کہ تورات کے بیانات کو پرکھنے کے بعد امکان ہے کہ موسیٰ ان پانچ کتابوں کا مصنف نہیں ہے۔ جو کہ ان کی طرف منسوب ہیں۔

ل پیلس تفسیر بائبل میں ص ۱۳۳ تورات کے بعض مضحکہ خیز اختلافات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مثلاً یہ واقعہ کہ سارہ کو فرعون مصر نے اور دوسری دفعہ ابی ملک نے اپنے حرم میں شامل کرنے کے لئے روک لیا۔ یہ واقعہ اس وقت بڑھتے تورات پیش آیا۔ جب سارہ کی عمر ۶۵ سال سے اوپر اور دوسری دفعہ ۸۹ سال تھی۔ حضرت یعقوب کو جب شادی کے لئے ننھال میں ان کی ماں نے بھیجا۔ تو ان کی عمر ۷۷ سال تھی۔ اور شادی ۸۴ سال کی عمر میں ہوئی۔ یہ اور اسی قسم کی دوسری بے جوڑ باتیں واقعات میں تاریخی ترتیب مدنظر نہ رکھنے کا نتیجہ ہے۔

ل محققین کے نزدیک پیدائش ۱۶ باب اور $\frac{۲۱}{۹\text{–}۲۱}$ میں ایک ہی واقعہ کے متعلق دو مختلف کہانیاں درج ہیں۔ دونوں روایات میں ابراہیم اور سارہ کے ناموں میں بھی تبدیلی ہے

(جیوش انسائیکلوپیڈیا زیر لفظ ہاجرہ)

اسی طرح پیدائش ۲۵ میں حضرت اسماعیل کی گھر سے رخصت کے متعلق ۲۱ باب سے مختلف بیان ملتا ہے۔

اس کے بعد نوبتر نے جرأت سے یہ اعلان کیا کہ اگر موسیٰ ان کتابوں کا مصنف نہیں تو اس امر کے اقرار میں آخر حرج ہی کیا ہے۔ اس کے بعد ناقدین کا حوصلہ اور بڑھا۔ اور انہوں نے کلیسائی نظریہ کے خلاف زیادہ تحقیقی اور تنقیدی نظریہ اختیار کیا۔ یہاں تک کہ سترھویں صدی عیسوی میں تھامس ہوبس نے یہ تحقیق پیش کی کہ تورات کا کثیر مواد حضرت موسیٰ کے بعد کی تحریرات پر مبنی ہے۔ زمانہ موسوی کے بعد واقعہ نگاروں نے جو تاریخی معلومات جمع کیں۔ وہ تورات میں شامل ہیں۔

۱۶۸۵ء میں ایک ڈچ محقق جین لی کلرک (Jeanle cleac) نے یہ امر ثابت کیا کہ تورات میں بعض ایسی اصطلاحات بھی ملتی ہیں جو کہ بہت بعد کے زمانہ میں رائج ہوئیں۔ اس نے ثابت کیا کہ تورات اپنی موجودہ شکل میں قدیم تحریرات کو سامنے رکھ کر مرتب کی گئی۔ تورات کے تحریری چشمے بعض حضرت موسیٰ کے زمانہ سے پہلے کے تھے اور بعض بعد کے۔ آخر کار ایک فرانسیسی محقق جین آسترک (Jean Astruc) نے یہ نظریہ پیش کیا کہ تورات کے بعض حصوں میں خدا کا نام الوہیم آیا۔ اور بعض حصوں میں یہوواہ۔ چونکہ ان دونوں قسم کے بیانات میں طرز تحریر بھی مختلف ہے اور واقعات میں اختلاف ہے۔ اس لئے تورات کم از کم دو تحریری ماخذوں کے اقتباسات پر مشتمل ہے

الف: الوہیم نام والے صحیفے

ب: یہوواہ نام کے صحائف۔ پھر یہ دونو تورات میں جمع کر دیئے گئے۔

اس کے بعد انیسویں صدی کے شروع میں تحقیقی نتائج مکمل ہوئے تو پتہ لگا کہ تورات میں تین یا چار پہلے سے موجود تحریروں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ابتدائی دو ماخذ جن میں خدا کا نام یہوواہ آیا ہے۔ ان کا نام محققین نے جے۔ ای (J.E) رکھا ہے۔ کاہنی نسخے کا نام پی (P) رکھا گیا۔ استثناء کی کتاب پر مشتمل نسخے کو ڈی (D) کہا گیا ہے۔ ان ابتدائی تحریروں کو کام میں لا کر موجودہ تورات جمع کی گئی۔ اور یہ بھی اقرار کیا گیا کہ تورات کے مرتب کرنے والوں نے ان سرچشموں کے بیانات میں حشو و زوائد، قطع برید اور تبدیلی سے بھی کام لیا ہے۔ اور بعض جگہ واقعات کو بالکل بے جوڑ طریق پر جمع کر دیا۔ جس کے باعث بعض مضحکہ خیز اختلافات پیدا ہو گئے۔

اس مضمون کی تفصیلات پیکس شرح بائیبل میں تورات کے دیباچہ کی صورت میں آچکی ہیں۔ وہاں سے دیکھی جا سکتی ہیں[1]

اور اسی طرح جے آر ڈمیلو کی تفسیر بائبل کے دیباچہ میں یہ تحقیق مکمل صورت میں مل سکتی ہے[2]۔

اس تمہید کے بعد اب ہم اصل موضوع کی طرف واپس لوٹتے ہیں۔

حضرت ہاجرہ اور اسماعیل کے متعلق تورات کی مختلف روایات

تورات میں حضرت ہاجرہ کے واقعات زندگی بھی مذکورہ ابتدائی ماخذوں سے اخذ کئے گئے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان میں باہم اختلاف ہے اور بعض جگہ واقعات غلط ملط ہو گئے ہیں۔ مثلاً پیدائش ۲۱/۸ تا ۲۱ کے واقعات ابتدائی نسخہ موسومہ 'E' سے لئے گئے۔ کیونکہ اس میں خدا تعالےٰ کے لئے الوہیم کا لفظ استعمال ہوا ہے اور پیدائش ۲۵/۶ تا ۱۴ کے بیانات نسخۂ جے J سے

---

[1] پیکس شرح بائیبل ص۱۲۱ تا ص۱۳۲

[2] ملاحظہ ہو "بائیبل کا عام دیباچہ" از جے آر ڈمیلو اردو ترجمہ ص۵ تا ص۶۲

اخذ کئے گئے۔ اور پیدائش ۲۵: ۱۲ تا ۱۷ میں بیان کردہ امور کاہنی نسخہ، P، سے لئے گئے ہیں۔

پیدائش ۲۱: ۸ تا ۲۱ میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت ہاجرہ اور اسماعیل کو پانی کا مشکیزہ اور کھانا دے کر گھر سے نکال دیا گیا۔ حضرت ہاجرہ بیرسبع کے بیابان میں بھٹکتی رہیں۔ اسی بیابان میں پانی کا چشمہ ملا۔ اس سے انہوں نے پیاس بجھائی اور اسی بیابان میں وہ رہنے لگے۔ اس کے بخلاف پیدائش ۲۵ باب میں یہ روایت درج ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہؓ اور قطورہ کے بیٹوں کو بہت کچھ انعام و اکرام اور مال و منال دیکر مشرق کی طرف مشرق کے ملک میں بھیج دیا۔ بائیبل کے محاورہ میں مشرق کے ملک سے مراد عرب ہے۔ مزید یہ لکھا ہے کہ حضرت اسماعیل کی اولاد حویلہ (یمن) سے لیکر شور یعنی ارض کنعان کی جنوب مغربی حد تک پھیل گئی اور بنی اسماعیل اپنے بھائیوں یعنی بنی اسرائیل کے مشرق میں آباد ہوئے صاف ظاہر ہے کہ یہ دونوں روایات مختلف سرچشموں سے تعلق رکھنے کی وجہ سے بالکل مختلف ہیں۔ ایک میں یہ ذکر ہے کہ صرف پانی اور کھانا دے کر حضرت ہاجرہؓ اور اسماعیلؑ کو گھر سے نکال دیا گیا۔ وہ اپنے گھر سے جنوب مغرب کی سمت اٹھائیس میل کے فاصلے پر واقعہ بیرسبع کے بیابان میں چلے گئے۔ دوسری روایت میں یہ بیان ملتا ہے کہ وہ اپنے گھر سے مشرق کی طرف مشرق کے ملک میں مال و منال اور انعام و اکرام سے نواز کر بھیجے گئے۔ گویا عرب میں جا بسے۔ دونوں قسم کی روایات تورات کے الفاظ میں درج ذیل ہیں۔

پہلی روایت

"سارہ نے دیکھا کہ ہاجرہ مصری کا بیٹا جو اس کے ابرہام سے ہوا تھا۔ ٹھٹھے مارتا ہے۔ تب اس نے ابرہام سے کہا کہ اس لونڈی کو اور اس کے بیٹے کو نکال دے۔ کیونکہ اس لونڈی کا بیٹا میرے بیٹے اضحاق کے ساتھ وارث نہ ہوگا۔ پر ابرہام کو اس کے بیٹے کے باعث یہ بات نہایت بری معلوم ہوئی اور خدا نے ابرہام سے کہا کہ تجھے اس لڑکے اور اپنی لونڈی کے باعث برا نہ لگے جو کچھ سارہ تجھے کہتی ہے تو اس کی بات مان کیونکہ اضحاق سے تیری نسل کا نام چلے گا۔ اور اس لونڈی کے بیٹے سے بھی میں ایک قوم پیدا کروں گا۔ اس لئے کہ وہ تیری نسل ہے۔ تب ابرہام نے صبح سویرے اٹھ کر روٹی اور پانی کی ایک مشک لی اور اسے ہاجرہ کو دیا۔ بلکہ اسے اس کے کندھے پر دھر دیا۔ اور لڑکے کو بھی اس کے حوالہ کر کے اسے رخصت کر دیا۔ سو وہ چلی گئی۔ اور بیرسبع کے بیابان میں آوارہ پھرنے لگی۔ اور جب مشک کا پانی ختم ہوگیا تو اس نے لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا۔ اور آپ اس کے مقابل ایک تیر کے ٹپے پر دور جا بیٹھی اور کہنے لگی کہ میں اس لڑکے کا مرنا تو نہ دیکھوں۔ سو وہ اس کے مقابل بیٹھ گئی۔ اور چلا چلا کر رونے لگی اور خدا نے اس لڑکے کی آواز سنی اور خدا کے فرشتہ نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا اے ہاجرہ تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر۔ کیونکہ خدا نے اس جگہ سے جہاں لڑکا پڑا ہے اس کی آواز سن لی ہے۔ اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال۔

لہ پیکس شرح بائیبل ص ۱۵۳، ص ۱۵۵، ص ۱۵۶

کیونکہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤنگا۔ پھر خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں۔ اور اس نے پانی کا ایک کنوآں دیکھا اور جا کر مشک کو پانی سے بھر لیا۔ اور لڑکے کو پلایا۔ اور خدا اُس لڑکے کے ساتھ تھا۔ اور وہ بڑا ہُوا اور بیابان میں رہنے لگا۔ تیرانداز بنا۔ اور وہ فاران کے بیابان میں رہتا تھا اور اُس کی ماں نے ملک مصر سے اس کے لئے بیوی لی۔" (پیدائش $\frac{۲۱}{۹ تا ۲۱}$)

دوسری روایت (۱) اور ابرہام نے پھر ایک اور بیوی کی جس کا نام قطورہ تھا .... اور ابرہام نے اپنا سب کچھ اضحاق کو دیا۔ اور اپنی حرموں (یعنی ہاجرہ اور قطورہ) کے بیٹوں کو ابرہام نے بہت کچھ انعام دے کر اپنے جیتے جی ان کو اپنے بیٹے اضحاق کے پاس سے مشرق کی طرف یعنی مشرق کے ملک میں بھیج دیا۔

(پیدائش $\frac{۲۵}{۱ تا ۶}$)

(۲) یہ نسب نامہ ابرہام کے بیٹے اسماعیل کا ہے جو ابرہام سے سارہ کی لونڈی ہاجرہ مصری کے بطن سے پیدا ہُوا اور اسماعیل کے بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ یہ نام ترتیب وار ان کی پیدائش کے مطابق ہیں۔ اسمٰعیل کا پلوٹھا نبایوت تھا۔ پھر قیدار اور ادبئیل اور مبسام اور مسماع اور دومہ اور مسا۔ حدد اور تیما اور یطور اور نفیس اور قدمہ" یہ اسماعیل کے بیٹے ہیں اور انہیں کے ناموں سے ان کی بستیاں اور چھاؤنیاں نامزد ہوئیں۔ اور یہی بارہ اپنے اپنے قبیلہ کے سردار ہوئے اور اسماعیل کی کل عمر ایک سو سینتیس ۱۳۷ برس کی ہوئی۔ تب اس نے دم چھوڑ دیا۔ اور وفات پائی۔ اور اپنے لوگوں میں جا ملا۔ اور اس کی اولاد حویلہ سے شور تک جو مصر کے سامنے اس راستہ پر ہے جس سے اسور کو جاتے ہیں آباد تھی۔ یہ لوگ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسے ہوئے تھے۔ (پیدائش $\frac{۲۵}{۱۲ تا ۱۸}$)

تحقیقی نتائج ظاہر ہے کہ حضرت ہاجرہ کے متعلق تورات کے یہ دو مختلف بیانات ہیں۔

پہلی روایت میں جو واقع بیان ہُوا ہے وہ ایک عظیم الشان نبی کے شایان شان نہیں۔ بے سرو سامانی کی حالت میں اپنی مبشر اولاد اور نوجوان خدا رسیدہ بیوی کو گھر سے نکالنا ایک ظالمانہ فعل ہے جو کہ حضرت ابراہیمؑ کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا۔ ہاں اس کا نادرست اندراج بنی اسرائیل کی بنی اسماعیل سے شدید رقابت اور حسد کا نتیجہ ضرور ہوسکتا ہے۔ دوسری روایت کہ حضرت ہاجرہ کی اولاد کو بہت کچھ مال و منال دیکر حضرت اسحاق کے پاس سے مشرق کے ملک میں یعنی ملک عرب میں بھیجدیا گیا۔ یہ روایت صحت کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اور اسحاقؑ حبرون میں آباد تھے (پیدائش $\frac{۳۵}{۲۷}$) یعنی موجودہ الخلیل میں جو کہ یہودیہ کا ایک گاؤں ہے۔ وہاں سے مشرق کے رخ مشرقی ملک عرب ہے عرب کا شمالی گوشہ کنعان کے مشرق سے شروع ہوتا ہے اور یہ ملک شمالاً جنوباً پھیلا ہُوا ہے۔ ایسی روایت میں ملک عرب میں بنی اسماعیل کی آبادیوں کی حدود کا بھی ذکر موجود ہے کہ جب تورات لکھی گئی اس وقت بنی اسماعیل حویلہ سے شور تک یعنی حدود یمن سے لے کر حدود کنعان تک پھیل چکے تھے۔ یہ دوسری روایت مسلمانوں کے اس دعویٰ

کا ایک درخشندہ ثبوت ہے کہ حضرت ہاجرہ اور اسماعیل حجاز میں آباد ہوئے۔ اور قرآنی بیانات کی تصدیق اس سے ہوتی ہے۔

ملک مشرق سے مراد عرب ہے

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ بائیبل کے محاورہ میں مشرق کے ملک سے مراد ملک عرب ہے۔ یا بعض دفعہ صحرائے عرب و شام۔

(۱) پیکس شرح بائیبل میں لکھا ہے۔

The childrew of the east i.e. the nawads of the Arabian desert. P. 513

یعنی حزقیل ۲۵/۱۰،۴ میں جو یہ ذکر کہ میں بنی عمان کو اہل مشرق کے حوالہ کروں گا۔ اس سے مراد بنی عرب ہیں۔

(۲) جولیس فرسٹ "عبرانی لغت" میں لکھتے ہیں کہ تورات میں قِدِم یعنی مشرق سے مراد وہ علاقہ ہے۔ جو کہ فلسطین کے مشرق میں ہے۔ یعنی عرب بشمول عمالیق مدین۔ قیدار صحرائے شام۔ نباطیا۔ شام اور میسوپتامیا (زیر لفظ قدم)

History of Hebrew Lexicography by Julius First

(۳) پادری سلطان محمد پال اپنی کتاب "عربستان میں مسیحیت" میں لکھتے ہیں کہ متی میں یسوع مسیح کی پیدائش کے موقعہ پر ملک مشرق کے مجوسیوں کا ذکر ہے کہ وہ تحائف لے کر آئے ان سے مراد عرب کے مجوسی ہیں۔ لکھتے ہیں کہ مشرق کا لفظ۔

"صاف ظاہر کرتا ہے کہ وہ عرب سے آئے تھے۔ کیونکہ عربستان ہی فلسطین کے پورب یعنی مشرق میں واقعہ ہے۔ چنانچہ کتب مقدسہ میں عربوں کا دوسرا نام بنی مشرق ہے۔ یعنی پورب کے بیٹے۔ (ص ۳۶، ۳۳)

یہی وجہ ہے۔

دوسری صدی عیسوی سے لے کر پانچویں صدی عیسوی تک تمام بڑے بڑے معزز مورخین کلیسیا ان مجوسیوں کو عرب سمجھتے تھے۔ (ص ۳۱)

(۴) عہد عتیق کے مندرجہ ذیل حوالہ جات میں مسلمہ طور پر بنی مشرق سے مراد عرب ہیں۔

(الف) قاضیون ۶/۳ جب بنی اسرائیل کچھ بوتے تھے۔ تو مدیانی اور عمالیقی اور اہل مشرق ان پر چڑھ آتے تھے"۔

(مزید قاضیون ۶/۳۳، ۷/۱۲، ۸/۱۰، ۸/۱۱)

(ب) ایوب ۱/۳ "ایوب اہل مشرق میں سب سے بڑا آدمی تھا"

(ج) یرمیاہ ۴۹/۲۸ "اٹھو قیدار پر چڑھائی کرو اور اہل مشرق کو ہلاک کرو۔" یہ سب مسلم طور پر عرب قبائل ہیں۔

چنانچہ یسعیاہ ۲۱/۱۳ تا ۱۷ میں عرب کی بابت الہامی کلام میں تیما (بن اسماعیل) کی سرزمین کے باشندوں اور قیدار (بن اسماعیل) کے بہادروں کا ذکر ہے۔

پیکس شرح بائیبل میں ہے کہ یرمیاہ ۴۹/۲۸ میں قیدار اور اہل مشرق سے مراد عرب قبائل ہیں۔ (ص ۴۹۲)

(۵) ڈاکٹر فلپ حتی اپنی مشہور کتاب "ہسٹری آف دی عربز" میں رقمطراز ہیں۔

"تورات کے انگریزی تراجم میں (عبرانی الفاظ) قِدِم اور بنی قِدِم کا ترجمہ مشرق اور اہل مشرق سے کیا گیا ہے ..... ان سے خاص طور پر اہل عرب مراد لئے جاتے ہیں۔ اسی عربی مادے (شرق) سے "سارسن"

نکلا ہے۔ یہ ان محدودے چند عربی الاصل الفاظ میں سے ہے۔ جو قدیم انگریزی میں عربی سے مستعار آ گئے تھے (انہی بنی قدیم کے ایک سردار حضرت ایوب تھے (ایوب 1:3 میں لکھا ہے کہ وہ اہل مشرق کے سردار تھے) جن کا صحیفہ حکمت اور شاعری دونو اعتبار سے ایک شاہکار سمجھا جاتا ہے۔ سلاطین 4:30 کی رُو سے صرف حضرت سلیمان اہل مشرق کے اس قبیلہ سے عقل و حکمت میں افضل مانے گئے ہیں۔"

متی کی انجیل کا جملہ "مشرق کے صاحبان حکمت" جو ستارہ دیکھتے ہوئے یروشلم پہنچے۔ ممکن ہے کہ ایرانی مجوس کی بجائے شمالی عرب کے جدوں کے لئے آیا ہو۔

(تاریخ ملت عربی اردو ترجمہ صفحہ ۱۰ صفحہ)

ارض مشرق سے مراد شمالاً جنوباً ملک عرب ہے۔

(۵) یہاں یہ مدنظر ہے کہ تورات کے محاورہ میں ملک مشرق سے مراد ملک عرب کا صرف وہ حصہ نہیں۔ جو کہ کنعان کے عین مشرق میں ہے۔ بلکہ اس محاورے سے مراد وہ حصۂ ملک ہے۔ جو کہ کنعان کے مشرق میں شمالاً جنوباً پھیلا ہوا ہے۔

جان ڈی ڈیوس بائیبل ڈکشنری میں بائیبل کے محاورہ "ابنائے مشرق" یا "بنو مشرق" کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"بنو مشرق سے عام طور پر وہ قبائل مراد ہیں۔ جو ملک مشرق پر قابض تھے۔ حزقی ایل $\frac{25}{1،4}$ کی رو سے یہ قبائل (مغرب میں) عمان اور مواب کی سرحدوں تک پھیلے ہوئے تھے اور پیدائش $\frac{29}{1،4}$ کی رُو سے انتہائے شمال میں (میسوپتامیا کے) حاران تک آباد تھے اور عرب میں جنوب کی طرف دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔"

"ملک مشرق" سے کیا مراد ہے لکھتے ہیں۔

"اس سے مراد وہ علاقہ ہے۔ جو فلسطین کے مشرق میں واقع ہے خصوصاً صحرائے عرب اور صحرائے شام۔ پیدائش $\frac{25}{1،6}$ (کی رُو سے جہاں ہاجرہ اور قطورہ کی اولاد آباد ہوئی"

اس حوالہ سے ظاہر ہے۔ کہ ملک مشرق سے مراد عرب کے شمالی اور جنوبی علاقے ہیں۔ چنانچہ پیدائش $\frac{25}{18-7}$ میں وضاحت کردی گئی۔ کہ بنی اسماعیل ارض مشرق میں آباد ہوئے۔ وہ حویلہ یعنی یمن سے شور یعنی حدود کنعان تک آباد ہیں۔

اب یہ بات بالکل واضح ہوگئی۔ کہ حضرت ہاجرہ اور اسماعیلؑ جس علاقہ میں ہجرت کرکے گئے۔ وہ عرب ہے جو کہ کنعان کے مشرق میں شمالاً جنوباً پھیلا ہوا ہے۔

اس سوال کا جواب کہ مکہ کا بیابان جہاں ہاجرہ اور اسماعیل آباد ہوئے۔ کنعان کے مشرق میں نہیں۔ بلکہ جنوب میں ہے۔ بالکل صاف ہے۔ تورات میں یہ بتایا گیا۔ کہ مشرقی ملک میں حضرت ہاجرہ اور اسماعیل آباد ہوئے اس مشرقی ملک کی حدود بروئے تورات شمالاً جنوباً پھیلی ہوئی ہیں۔ حجاز انہی حدود کے اندر ہے۔ باہر نہیں۔

ملک عرب بنی اسرائیل کے مشرق میں

دوسرا امر وضاحت طلب تورات کا مندرجہ ذیل فقرہ ہے۔ کہ بنی اسماعیل

اپنے سب بھائیوں (یعنی بنی اسرائیل) کے سامنے بسے ہوئے تھے پیدائش $\frac{25}{18}$

حضرت ہاجرہ کو فرشتہ نے بشارت دی۔

اسماعیل اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسا رہے گا۔" (پیدائش ۱۶/۱۲)

جس عبرانی لفظ کا ترجمہ یہاں "سامنے" کیا گیا ہے وہ "قدِم" ہے۔ جس کے معنی مشرق کے ہیں۔ چونکہ بنی اسرائیل مشرق کو قبلہ سمجھتے تھے۔ (حزقی ایل ۴۳/۱تا۴) اس لئے اس لفظ کے معنی "سامنے" کے بھی ہیں اور مشرق کے بھی یہی وجہ ہے۔ کہ بائیبل کے ریوائزڈ ورشن میں "سامنے" کے لفظ کے نیچے یہ نوٹ موجود ہے۔ "یا مشرق کی طرف"[1]

عبرانی لغت میں وضاحت موجود ہے۔ کہ اس لفظ کے معنی مشرق یا سامنے کے ہیں[2]۔ چونکہ عربوں کو بائیبل میں مشرق کے فرزند کہا گیا۔ اس لئے صحیح ترجمہ یہی ہوگا۔ کہ بنی اسرائیل اپنے سب بھائیوں (یعنی اسرائیل) کے مشرق میں بسے ہوئے تھے۔"

اسی حوالہ سے تائید مزید ہوتی ہے کہ حضرت ہاجرہ کنعان کے مشرقی ملک میں آئی تھیں۔ نہ کہ جنوب مغرب میں۔ جزیرہ نما سینا میں آباد ہوئیں۔

جیمز مافٹ کی تحقیق

جیمز مافٹ عصر حاضر کے ایک مشہور بائیبل سکالر ہیں۔ انہوں نے پرانے تراجم سے آزاد ہو کر بائیبل کا انگریزی ترجمہ کیا ہے پیدائش ۲۵/۱۸ کا ترجمہ انہوں نے مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے۔

To the sons of his concubines Abraham gave presents and sent them away east-word to the land of Kadem .... they settled to the east of all their kinsmen

ترجمہ:- ابرہام نے اپنی حرموں کے بیٹوں کو انعام واکرام سے نوازا۔ اور انہیں مشرق کے رُخ سرزمین قدِم میں بھیج دیا۔ .... بنی اسماعیل اپنے رشتہ داروں کے مشرق میں آباد ہوئے۔

یہ ترجمہ بہت واضح ہے۔ عرب کو بنی اسرائیل سرزمین قدِم کہتے تھے۔ کیونکہ وہ کنعان کے مشرق میں واقع ہے عام تراجم میں قدِم کا ترجمہ مشرق کر دیا گیا ہے حالانکہ یہ اسم معروف ہے۔ فلپ حتی کی تاریخ عرب کا حوالہ گذر چکا ہے اس میں صاف لکھا ہے کہ قدِم عرب کا نام تھا پیدائش ۲۵/۱۸ کا ترجمہ اپنے بھائیوں کے سامنے آباد ہونے کی بجائے ان کے مشرق میں آباد ہونے کے الفاظ میں کیا گیا ہے۔

پولوس کی شہادت

پولوس بھی کہتا ہے کہ ہاجرہ عرب کا کوہ سینا ہے۔ (گلتیوں ۴/۲۵) حضرت ہاجرہ کو جزیرہ نمائے سینا کا پہاڑ نہیں کہا گیا — پولوس رسول کے نزدیک بھی ہاجرہ کا عرب میں آباد ہونا ثابت ہے۔

ارض مشرق کی حدود

اب ارض مشرق کی حدود حویلہ اور شور کے متعلق تحقیق پیش کی جاتی ہے۔ تورات میں لکھا ہے۔ کہ بنی اسماعیل حویلہ سے لے کر شور تک آباد ہیں۔ گویا تورات کے زمانہ تصنیف میں بنی اسماعیل عرب میں دُور دُور تک پھیل چکے تھے اُن کی آبادیاں جنوب میں یمن اور شمال میں کنعان کی حدود کو

[1] بائیبل کا ترمیم شدہ اردو ترجمہ ۱۹۴۹ پیدائش ۱۶/۱۲ پر یہ نوٹ ملاحظہ ہو۔

[2] لغات عبرانی از پادری ولیم ہوپر زیر لفظ قدِم صفحہ ۳۴۵

چھوٹی تھیں، حویلہ سے شور تک کے علاقے میں حجاز تمام وکمال شامل ہے۔ شور مسلمہ طور پر کنعان کے جنوب مغرب میں ہے۔ حویلہ سے مراد یمن ہے مندرجہ ذیل حوالے اس سلسلہ میں کافی ہیں۔

(۱) پیکس تفسیر بائبل کے آخر میں عرب کے نقشہ میں یمن کے مقام پر حویلہ دکھایا گیا ہے۔ (ص۱۵۷) نیز لکھا ہے۔ کہ حویلہ اغلباً عرب میں ہے (ص۱۳۹، ص۱۴۰)

(۲) بائبل جیوغرفی واٹلس مرتبہ میجر کے۔ آر۔ کانڈر میں عرب کا نقشہ ملاحظہ ہو یمن کے مقام پر حویلہ موجود ہے (ملاحظہ ہو نقشہ اول)

(۳) ہارپرز بائبل ڈکشنری میں لکھا ہے کہ "بعض علمائے بائبل کی تحقیق حویلہ کے بارہ میں یہ ہے کہ یہ مقام اوفیر اور حضرموت کے درمیان سباء کے شمال میں جنوبی عرب میں واقع تھا۔" (زیر لفظ حویلہ)

(۴) جان ڈی ڈیوس کی بائبل ڈکشنری میں زیر لفظ حویلہ لکھا ہے کہ

"تورات کی رو سے حویلہ عرب کے ایک ضلع کا نام ہے جس میں سامی نسل کے بنی یقطان اور حام کی نسل کے بنی کوش دونوں کی آبادی ملی جلی تھی۔"

(پیدائش ۲۹/۱۰، ۷/۱۰)

پھر لکھتے ہیں۔

"بعض علماء جنوبی عرب میں واقعہ حضرموت کو حویلہ قرار دیتے ہیں۔ اور بعض وسطی عرب میں حویلہ بتلاتے ہیں۔"

(۵) جیوش انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ بعض علماء نے مکہ اور سیناء کے درمیان کے ایک علاقہ کو حویلہ قرار دیا ہے۔ گلاسر کی تحقیق یہ ہے کہ بر وئے تورات حویلہ سے سونا برآمد ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ یمن کا علاقہ ہے کیونکہ زمانہ قدیم سے یہ علاقہ سونے کی کانوں کے لئے مشہور و معروف ہے[1] (زیر لفظ حویلہ)

اس تحقیق سے ثابت ہے کہ جب تورات مرتب کی گئی تو اس وقت حضرت اسماعیل کی اولاد یمن سے لے کر حدود کنعان تک پھیل چکی تھی۔

عرب میں بنی اسمٰعیل کی آبادیاں

تورات میں حضرت اسماعیل کے بارہ بیٹوں کے جو نام آئے ہیں ان کے متعلق یہ لکھا ہے[1] کہ انہی ناموں پر بنی اسماعیل کی بستیاں اور چھاؤنیاں آباد ہوئیں عصر حاضر کے محققین نے یہ بتایا ہے کہ یہ سب آبادیاں عرب و حجاز سے تعلق رکھتی ہیں۔ مثلاً نبط، قیدار، تیما وغیرہ عرب و حجاز میں آباد ہوئے۔

مثال کے طور پر قیدار بن اسماعیل کو لیجئے۔ یہ حضرت اسماعیل کے دوسرے بیٹے تھے۔ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نسل قیدار کی شاخ عدنان سے پیدا ہوئے۔ مسٹر فارسٹر جغرافیہ بائبل میں لکھتے ہیں۔

> "یسعیاہ نبی نے قیدار کے جس ملک کا ذکر کیا ہے۔ اس کو ہر شخص جو جغرافیہ عرب سے واقف ہے۔ فوراً کہہ دے گا کہ وہ عرب کے صوبۂ حجاز کا صحیح نقشہ ہے۔ جس میں مکہ اور مدینہ کے مشہور شہر واقع ہیں۔...
> ... عربوں کی قومی روایت بھی تاریخی رتبہ حاصل کر لیتی ہے۔ جب ایک طرف اس کی تصدیق کتب مقدسہ سے ملتی ہے جس سے قیدار کا اسی حصۂ ملک میں آباد ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف اریانوس، بطلیموس، اور پلینی کے بیان سے ملتی ہے جو قیداری قوم کی اسی صوبہ

[1] پیدائش ۲۵/۱۱،

میں موجودگی کی غیر مشتبہ شہادت دیتے ہیں۔[1]

یوسیفوس یہودی مورخ پہلی صدی عیسوی میں لکھتا ہے ملک بحر احمر (حجاز) سے نہر فرات (عراق) تک کا علاقہ اسماعیل کے ۱۲ بیٹوں کے قبضہ میں ہے۔[2]

پروفیسر فلپ حتی لکھتے ہیں۔

حزقی ایل کے صحیفہ میں عرب کو قیدار کے ساتھ لکھا ہے۔ اور انہی پیداواروں کی فہرست دی ہے۔ جن کی ہم عرب کی اجناس میں توقع کر سکتے ہیں۔ حزقی ایل نے جس قیدار کا ذکر کیا ہے۔ وہ اشوری کتبات میں "کدری" اور قدیم یونانیوں کے ہاں "کیدری" مرقوم ہے۔

یہ قوم شمالی عرب کی حاکم اور (دمشق کے جنوب مشرق) میں تدمر کے علاقے میں سکونت گزین تھی۔ . . . .

کتاب امثال میں (حضرت اسماعیل کے بیٹے مسا کے) اسماعیلی قبیلے سے تعلق رکھنے والے دو بادشاہوں کے حکمت آمیز اقوال بھی درج ہیں۔ ان دونوں کے نام . . . . . . مسائی اور جنوبی عرب کے قدیم کتبات میں آتے ہیں۔

بروک کی کتاب میں بنی ہاجرہ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ زمین پر حکمت کے متلاشی ہیں۔ (یہ شمالی عرب کی اسماعیلی قوم تھی) . . . . . .

یہود کی بادیہ گری کے بعد کی تحریروں میں لفظ عرب عموماً قوم انباط کے لئے بولا گیا ہے۔ (نبط حضرت اسماعیل کے بیٹے کا نام ہے)

پولوس رسول کے زمانے میں نبطی مملکت (شمالی میں) حضرت اسماعیل کے بیٹے تیما کی آبادیوں کے متعلق پروفیسر فلپ حتی لکھتے ہیں۔

"اس دور کی شمالی (عرب کی) آبادیوں میں تیمانے خاص امتیاز حاصل کیا۔ اشور و بابل کی تحریروں میں اسے "تیما" اور "تیماء" لکھا ہے"[1] صفحہ ۶۲

بنی اسماعیل یمن سے شام تک تجارتی مال پہنچاتے ان کے قافلے شاہراہوں پر رواں دواں رہتے۔ پروفیسر موصوف لکھتے ہیں۔

"اہل سبانے یمن سے شام تک بڑی راستہ نکالا جو مکہ اور بطرا سے گذر کر ایک طرف مصر اور دوسری طرف شام و عراق کو جاتا تھا۔ . . . . . . تاریخ کی ایک جھپکی تورات کی پہلی کتاب پیدائش ۳۷/۲۵ میں محفوظ رہ گئی ہے۔ جہاں بنی اسماعیل کے قافلوں کا اپنے بلسان مصالح، مر سے لدے ہوئے اونٹوں کے ساتھ آنا مذکور ہے" (صفحہ ۸۰)

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ تورات، قدیم تاریخ اور خصوصاً آثار قدیمہ سے برآمد ہونے والے کتبات کی شہادت موجود ہے۔ کہ حضرت اسماعیل کی اولاد عرب حجاز میں آباد ہوئی۔

پادریوں کی کوشش کہ یہ ثابت کیا جائے کہ اسماعیل

---

[1] ہسٹوریکل جیوگرافی آف عربیا جلد اول ص۲۴۵ ملخصاً

[2] اینٹی ۱-۱۲ بحوالہ ارض القرآن حصہ دوئم ص۱۶ از سید سلیمان ندوی۔

[1] تاریخ ملت عربی از پروفیسر فلپ حتی ص۶۲ تا ص۸۰ اردو ترجمہ کا خلاصہ۔

کی اولاد جزیرہ نمائے سینا میں آباد ہوئی کامیاب ہوتی نظر نہیں آتی۔ تاریخی شہادت اس کے خلاف ہے۔

حضرت اسماعیل کی اولاد عرب و حجاز میں پھلی دپھلی پروان چڑھی اور ایک عظیم قوم بن گئی۔ جزیرہ نما سینا پر وہ بعد میں قابض ہوئے۔ پس ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہؑ اور اسماعیلؑ کو حجاز میں آباد کیا تھا۔

حجازی فاران

تورات میں جہاں جزیرہ نمائے سینا کے بیابان کو فاران کا نام دیا گیا وہاں یہ بھی وضاحت کر دی گئی کہ حضرت اسماعیل ارض مشرق میں آباد ہوئے (پیدائش $\frac{۲۵}{۶}$) اور ان کے مسکن کا نام بھی فاران ہے (پیدائش $\frac{۲۱}{۱۸}$)

گویا حجاز کو بھی فاران کہا گیا۔ اسی مرکز سے اسماعیلی نسل عرب کے اطراف و جوانب میں پھیل گئی۔ پادری برکت اللہ صاحب کہتے ہیں۔ کہ جلوہ فاران سے مراد بنی اسرائیل کا ہی بیابان میں سے گذرنا ہے۔ جو کہ سینائی علاقہ میں فاران کے نام سے موسوم ہے۔ حالانکہ حضرت موسیٰ کے سات سو سال بعد حضرت حبقوق نبی بھی جبل فاران سے ظاہر ہونے والے نبی کے لئے چشم براہ ہیں۔ الفاظ یہ ہیں خداوند جنوب سے اور قدوس کوہ فاران سے آئے گا۔ ($\frac{۳}{۳}$ کیتھولک بائیبل صحیفہ حبقوق)

محاورہ بائیبل میں عرب کو جہاں ارض مشرق کہا گیا۔ وہاں جنوب کا ملک بھی کہا گیا (حزقی $\frac{۲}{۲۰}$ سی $\frac{۱۲}{۴۴}$) گویا اس بشارت میں بتایا گیا ہے کہ آنے والا موعود عرب کے فاران سے ظاہر ہوگا۔ یہ جلوہ یا خدائی ظہور قصۂ ماضی نہیں بلکہ ابھی ظاہر ہونے والا ہے۔ تفصیل ایک الگ مضمون میں دینے کا ارادہ ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

حضرت ابراہیمؑ کے طویل سفر

یہ اعتراض کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اتنے بڑھاپے میں اتنے لمبے لمبے سفر کیسے اختیار کئے۔ تاریخ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے ایک سو پچھتر (۱۷۵) سال عمر پائی انہوں نے لمبے لمبے سفر اپنی زندگی میں بہت سے کئے ہیں وہ عراق کے شہر اُور سے جنوبی فلسطین میں آئے۔ وہاں سے دُور دراز کے سفر بروئے تورات ثابت ہیں۔ ایک یونانی مورخ نے عرب کے مقامات کے درمیان سفروں اور راستوں کے دن بھی مقرر کر دیئے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ حضرموت یعنی جنوبی عرب کے انتہائی گوشہ سے عرب کے شمالی گوشہ عقبہ تک ایک سو دس (۱۱۰) دن کا سفر ہے۔[1]

کنعان سے مکہ تک چند سو میل کا سفر تیز رفتار اونٹوں پر مہینوں میں نہیں بلکہ دنوں میں کیا جا سکتا ہے۔ تورات میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم کے پاس مال مویشی اور سواری کے جانور بے شمار تھے۔ خادم بھی بہت سے تھے آپ کسدیوں کے اُور سے ہجرت کر کے سینکڑوں میل کے فاصلے پر حاران میں آئے اور پھر حاران سے ہزاروں بھیڑ بکریوں بیل گدھوں سینکڑوں اونٹ بیویوں نوکر بہت بڑے کنبے خانگی ساز و سامان کے ساتھ صحرائے ارام میں سے ہوتے ہوئے سینکڑوں کوس کے فاصلہ پر کنعان کی شمالی سرحد پر پہنچے۔ وہاں سے جنوب کی طرف بڑھتے ہوئے فلسطین کے انتہائے جنوب میں وارد ہوئے۔ پھر وہاں سے قحط کی وجہ سے مصر جیسے دُور دراز ملک میں چلے گئے مصر سے پھر ارض کنعان میں واپس لوٹے اور بحیرہ مردار کے مشرق میں حبرون کے مقام پر آباد ہوئے حضرت لوطؑ پر بیرونی بادشاہوں نے جب حملہ کر دیا۔ تو

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ارض القرآن حصہ دوئم ص۱۱

دمشق تک حضرت ابراہیمؑ اور ان کے ساتھیوں نے دشمنوں کا تعاقب کیا اور تمام مال اُن سے چھین کر حضرت لوطؑ کو صاف چھڑا لائے۔ اس واقعہ نے حضرت ابراہیم کو تمام ملک میں امیراللہ کے لقب سے مشہور کر دیا اس کے علاوہ بھی آپ نے بہت سے چھوٹے بڑے سفر کئے۔ اتنے بڑے سفروں اور معرکوں کو دیکھتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ کی فوجی کارروائیوں کو سامنے رکھتے ہوئے اتنے بڑے سردار قوم کے لئے مکہ کا سفر تو ایسا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اُسے آسانی سے طے کر لیا ہوگا۔ لیکن دُوریٔ مسافت کے خوف سے پادری صاحبان کو خواہ مخواہ کوفت محسوس ہو رہی ہے۔

اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ رَبَّنَا اِنِّیٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ۔ میں بیان کردہ قرآنی صداقت مینارِ نور کی طرح درخشندہ اور تابندہ ہے۔ اور پادریوں کے پیدا کردہ اندھیرے سر و سر ناکام نظر آتے ہیں۔

کیا حضرت ہاجرہ لونڈی تھیں؟

پادری برکت اللہ صاحب کا ایک اعتراض باقی ہے وہ کہتے ہیں۔ کہ بروئے تورات ثابت ہے کہ ہاجرہ سارہ کی لونڈی تھی اس کی اولاد حضرت ابراہیمؑ کی وارث نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لئے سارہ کے کہنے پر حضرت ابراہیمؑ نے اس کو گھر سے نکال دیا اور فقط ایک مشک پانی اور روٹی کا اس بیچاری کو مستحق گردانا اور گھر سے نکال کر پھر کبھی آپ نے اس طرف کا رخ نہ کیا اس سے ظاہر ہے کہ ہاجرہ ایک لونڈی تھیں۔ لونڈی کا سا سلوک اس سے کیا گیا اگر وہ عالی نسب بی بی ہوتیں تو اس قسم کا ظالمانہ سلوک روا نہ رکھا جاتا۔

(تورات موسوی اور محمد عربی صفحہ ۱۶۷)

پادری برکت اللہ صاحب کی پوری کوشش یہ ہے کہ حضرت ہاجرہ کو ظالمانہ سلوک کا مستحق قرار دیں اس کوشش میں ان کو اتنا خیال نہیں آتا کہ ایک عظیم الشان پیغمبر اس قسم کا ناروا سلوک اور وہ بھی اپنی خدا رسیدہ بیوی اور مبشر اولاد کے ساتھ کس طرح روا رکھ سکتا ہے۔

تورات کی روایات حسد کا نتیجہ ہیں

اصل بات یہ ہے کہ حضرت ہاجرہ کے متعلق تورات کی موجودہ زیرِ نظر روایات بنی اسرائیل کے اس حسد اور رقابت پر مبنی ہیں جو وہ بنی اسماعیل سے رکھتے تھے۔ اسی دَور میں جب تورات کے ماخذ لکھے گئے باہمی جنگیں[1] بھی شروع تھیں۔ تورات کے بیانات کو محققین بائیبل نے اسی روشنی میں جانچا ہے۔ چنانچہ یونیورسل جیوش انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے

> "علمائے بائیبل اُن تمام روایات کو جو ہاجرہ کے بارہ میں تورات میں آئی ہیں بنی اسرائیل کے عرب قبائل سے تعلقات کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ بنی اسماعیل کو قرابت دار تو سمجھا جاتا تھا۔ مگر درجہ میں اسرائیل سے کمتر قرار دیا جاتا۔"
>
> (زیر لفظ ہاجرہ)

ظاہر ہے۔ کہ اس احساس برتری کے تحت اس قسم کے ظالمانہ سلوک کی روایات تورات کے مرتبین نے

---

[1] نویں صدی قبل مسیح میں یہوداہ کے بادشاہ عرب سے خراج لیتے تھے۔ (تواریخ ۲ ۸/۲۱) آخر عربوں نے یہودا پر چھاپہ مارا۔ اور بادشاہ کے بیوی بچوں اور مال و زر کو اپنے قبضہ میں کر لیا ۲۱/۱۴) اس کے بعد عرب اور یہود میں باقاعدہ دشمنی کا دَور شروع ہو گیا۔ (نحمیاہ ۲/۱۹، ۶/۲)

تورات میں شامل کر دیں۔

تورات میں دو قسم کی روایات

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ تورات میں دو قسم کی روایات ہیں۔ پہلی روایات میں حضرت ہاجرہ اور اسماعیل کو ظالمانہ طور پر گھر سے نکال دینے کا ذکر ہے۔

دوسری روایات کی رو سے ان کو بہت کچھ انعام و اکرام دے کر ملک عرب میں آباد ہونے کے لئے بھیجنے کا ذکر ہے۔ (پیدائش ۲۵)

قرائن کو دیکھتے ہوئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسری روایت حقیقت کے زیادہ قریب ہے پہلی روایت ایک نبی کے شایاں نہیں قرائن اور واقعات یہ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ پہلی روایت اس وقت پیدا ہوئی۔ جب بنی اسرائیل عربوں سے متحارب ہوئے اور باہمی نفرت کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہو گئی۔

یہودیوں کی کتب حدیث میں دو قسم کی روایات

تورات کی طرح یہودیوں کی کتب حدیث و سیر میں بھی دو طرح کی روایات حضرت ہاجرہ کے بارہ میں ملتی ہیں۔ پہلی روایات کی رو سے حضرت اسماعیل اور حضرت ہاجرہ کا نہایت درجہ احترام پایا جاتا ہے۔ لیکن دوسری قسم کی روایات میں ان کو برا بھلا کہا گیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ مؤخر الذکر روایات باہمی نفرت و حسد کا نتیجہ ہیں۔

یونیورسل جیوش انسائیکلوپیڈیا میں بھی لکھا ہے

"ہاجرہ کے بارہ میں قدیم یہودی ربیوں کے خیالات میں سخت اختلاف نظر آتا ہے ایک روایت کی رو سے ہاجرہ کی وفا تقدس خدا ترسی اور خدا پرستی کی وجہ سے اسکی بے حد تعریف کی جاتی ہے اس کو ایک مصری شاہزادی ظاہر کیا جاتا ہے جو سارہ کے بارہ میں معجزات دیکھنے کے بعد اس فیصلہ پر پہنچی تھی کہ اپنے گھر کی مالکہ کی بجائے سارہ کے گھر میں لونڈی بن کر رہنا اس کیلئے بہتر ہے"

لیکن دوسری روایات میں حضرت ہاجرہ پر طرح طرح کے الزامات لگائے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اتنی بلند خاتون جس نے نیک تربیت کے پیش نظر شاہی وقار کو ٹھکرا دیا۔ اور حضرت سارہ کی خدمت میں ایک خادمہ کی حیثیت سے خود کو پیش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس کا مقام اتنا بلند ہے۔ کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ حضرت ہاجرہ سے ناروا سلوک کا تصور تک بھی نہیں کر سکتے تھے اس سے بھی ظاہر ہے کہ ظالمانہ سلوک والی روایات حقیقی واقعات پر مبنی نہیں ہیں۔

قرآن مجید کی شہادت

یہ عجیب بات ہے کہ قرآن مجید سے بھی یہ اشارہ ملتا ہے۔ کہ بنی اسرائیل شروع میں حضرت اسماعیلؑ کی تہہ دل سے عزت کرتے تھے۔ ان کو حضرت اسحاق کی طرح خدا تعالےٰ کا برگزیدہ نبی سمجھتے تھے۔ اسماعیل چونکہ بڑے بھائی تھے اس لئے حضرت اسماعیل کے ذکر کو مقدم کرتے اور حضرت اسحاقؑ کے ذکر کو مؤخر۔

سورۃ بقرہ میں وارد ہوا۔

"کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب پر موت کی گھڑی آئی۔ اور جب اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے۔ انہوں نے جواباً کہا کہ ہم تیرے معبود تیرے باپ دادوں ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی جو ایک ہی معبود ہے۔ عبادت کریں گے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں (آیت: ۱۳۴)

اس سے ظاہر ہے کہ اسرائیل کی اولاد اپنے چچا

اسماعیل کے لیئے اپنے دل کی گہرائیوں میں عزت واحترام کے جذبات رکھتی تھی۔ اس کا ثبوت قدیم یہودی لٹریچر سے بھی ملتا ہے۔ کچھ ثبوت اوپر درج ہو چکے ہیں۔ مزید ثبوت درج ذیل ہیں۔

حضرت ہاجرہ مصری شہزادی تھیں

(۱) جیوش انسائیکلوپیڈیا میں حضرت ہاجرہ پر جو مضمون دیا گیا ہے۔ اس کا ضروری اقتباس درج ذیل ہے۔

"یہودیوں کی کتاب مدریش مدرش میں لکھا ہے کہ ہاجرہ **فرعون مصر کی** لڑکی تھی۔ فرعون مصر نے جب اُن معجزات کو دیکھا جو کہ حضرت سارہ کی خاطر اللہ تعالیٰ نے ظاہر کئے تو اس نے کہا کہ ہاجرہ کیلئے اپنے گھر کی مالک بن کر رہنے کی بہ نسبت سارہ کے گھر میں لونڈی بن کر رہنا زیادہ بہتر ہے۔ چنانچہ اس طرح حضرت ہاجرہ سارہ کی خدمت میں پیش کی گئیں۔ اسی واقعہ کے پیش نظر لفظ ہاجرہ کے معنی کئے گئے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ ہاجرہ دو لفظوں سے مرکب ہے 'ہا - اجر' یعنی 'یہ ہے انعام خداوندی' آگے چلکر اسی مضمون میں لکھا ہے کہ جب حضرت سارہ فوت ہو گئیں تو حضرت اسحاق حضرت ہاجرہ کو اپنے باپ کے گھر میں لانے کیلئے روانہ ہوئے۔"

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی ملاقات

اسی طرح جیوش انسائیکلوپیڈیا میں حضرت اسماعیلؑ پر جو مضمون دیا گیا ہے اس میں یہودیوں کی قدیم روایات کی رُو سے حضرت اسماعیل ایک بھولی بسری شخصیت نہیں ہیں جیسا کہ پادری صاحبان بیان کرتے ہیں۔ کہ گھر سے نکال کر پھر کبھی پرسش احوال نہ کی۔

چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم اپنے بیٹے کی ملاقات کے لئے دو دفعہ اس جگہ گئے جہاں ان کو آباد کرنے کیلئے گھر سے بھیجا گیا تھا۔ یہودیوں کی قدیم تاریخی کتاب "سفر ہایشار" اور یہودی بزرگ الیعزر کی تصنیف کے حوالہ سے یہ بات بیان کی گئی ہے۔ پھر لکھا ہے کہ یہودی معبرین کے نزدیک اگر کوئی خواب میں اسماعیلؑ کو دیکھے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کی دعا قبول ہوگی۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت اسماعیل کو حضرت ابراہیم دوسرے سفر میں کنعان میں اپنے پاس بھی لائے۔

حضرت ابراہیمؑ کی فاران میں آمد

(۲) طالمود جو کہ فقہ اسرائیلی ہے اس میں گو حضرت اسماعیلؑ کو لونڈی کا بیٹا قرار دے کر حضرت ابراہیمؑ کی وراثت سے محروم بتایا گیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ فاران کے بیابان میں اسماعیلؑ اور ہاجرہ نے سکونت اختیار کی خدا تعالیٰ نے اسماعیلؑ کو برکت دی۔ اور وہ بہت سے مال مویشی اور گلوں کا مالک ہو گیا۔ حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے کی ملاقات کیلئے ہر گھڑی مشتاق رہتے اور یہ تمنا ان کے دل میں ہر وقت بسی رہتی۔ چنانچہ وہ اپنے بیٹے کو ملنے کے لئے اونٹ پر سوار ہوئے اور منزل مقصود کی طرف روانہ ہوئے۔ اور اسماعیل کے گھر پہنچے تین سال کے بعد دوبارہ حضرت ابراہیم اپنے بیٹے کی ملاقات کے لئے گئے لیکن دونوں دفعہ حضرت اسماعیل شکار پر گئے ہوئے تھے۔ گھر پر نہیں ملے۔ بیوی بچوں کو مل کر واپس آجاتے رہے۔ اس کے بعد حضرت اسماعیل اور ان کے

اہل دعیال حضرت ابراہیمؑ کو ملنے کے لئے آئے۔ اور کئی دن اپنے باپ کے گھر ٹھیرے رہے۔

The Talmud Selections
by H. Polano (Page 50 to 52)

تحقیقی نتائج یہودیوں کی مندرجہ بالا قدیم روایات سے ثابت ہے کہ پادری برکت اللہ صاحب جس نفرت انگیز سلوک کا مستحق حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرہ کو سمجھتے ہیں۔ اس کی تائید خود یہودی روایات کے حقیقی عنصر سے بھی نہیں ہوتی اور نہ تورات کی حقیقی روایات سے ان کی تائید ہوتی ہے۔

ہم بتا چکے ہیں کہ تورات میں دو قسم کی روایات ملتی ہیں۔ کچھ روایات میں حضرت ہاجرہ کے لئے بے حد عزت و احترام کے جذبات ملتے ہیں۔ غم و حزن کے اوقات میں فرشتے ظاہر ہوتے ہیں اور ان کو تسلی دیتے ہیں، اور پیش آمدہ برکات کے لئے بشارتیں سناتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان سے ہمکلام ہوتا ہے اور بشارت ربانی سے وہ مستفید ہوتی ہیں[1]۔ ان کی بے سروسامانی کے عالم میں گھر سے نکالا نہیں جاتا (بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر نئی بستیوں کے آباد کرنے کے لئے) انعام و اکرام دے کر رخصت کیا جاتا ہے۔ لیکن دوسری قسم کی روایات میں اسماعیل کو روحانی اور جسمانی لحاظ سے محروم الارث بتایا گیا۔ اور بے سروسامانی کے عالم میں گھر سے نکال دینے کا ذکر کیا گیا۔ بعض دفعہ ان دونوں قسم کی روایات کو باہم خلط ملط کر دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان روایات میں سے وہی سچی ہو سکتی ہیں جو حضرت ہاجرہ سے اللہ تعالےٰ کے سلوک اور حضرت ابراہیمؑ کی شان نبوت کے مطابق ہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ❊

[1] صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ کو تو حضرت ہاجرہ عزیز تھیں۔ لیکن یہودیوں کو نہ تھیں۔ اس مرض کا علاج تو لقمان کے پاس بھی نہیں تھا۔

ضروری تعلیم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں

"اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے۔ کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے۔ اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو۔ اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے۔ کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہیں۔ اور آسمان کے نیچے نہ اسکے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کیلئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔" (کشتی نوح صـ۱۳)

خوراک کی موجودہ مشکلات اور اُن کا علاج

(از جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کوئٹہ)

(۳)

انڈے

کچا انڈا اگر کھایا جائے تو نہایت زود ہضم ہے اگر کچا نہیں کھا سکتے تو اس کو صرف اتنی دیر ابالیں کہ یہ نیم پخت (half boiled) ہو جائے۔ انڈے کو جتنا سخت اُبالو گے اتنا ہی غیر ہضم ہوتا چلا جائے گا۔ تلا ہوا انڈا آسانی سے ہضم نہیں ہوتا۔

دالیں دالیں دو طرح کی ہیں ایک وہ جن کے بیج ذرا لمبے ہوتے ہیں (beans) مثلاً ماش مونگ۔ لوبیا وغیرہ۔ ان میں البیومن زیادہ ہوتا ہے۔ دوسری دالیں جن کے بیج گول ہوتے ہیں۔ مثلاً مسور چنا۔ ارہر وغیرہ ان میں البیومن یعنی پروٹین نسبتاً کم ہوتا ہے۔

روغنیات روغن تین طرح کے ہوتے ہیں۔ (۱) (mineral) جو زمین میں سے نکلتے ہیں۔ مثلاً پیرافین۔ (۲) ویجی ٹیبل یعنی نباتاتی۔ (۳) حیواناتی۔ (۱) mineral یعنی پیرافین وغیرہ یہ حیوانی بدن کا جزُ نہیں بن سکتا۔ لہٰذا اس پر بحث فضول ہے (۲) نباتاتی۔ مثلاً سرسوں کا تیل۔ کھوپرے کا تیل۔ تلوں کا تیل اور روئی کے بنولوں کا تیل۔ ان میں سے روغنی مادہ سب سے زیادہ بنولوں کے تیل میں ہوتا ہے۔ پھر تلوں کا تیل۔ پھر سرسوں اور پھر کھوپرے کا تیل۔ اسی طرح بعض تیلوں میں تیزابی کیفیت زیادہ ہوتی ہے۔ مثلاً سرسوں اور تارامیرا کے تیل میں۔ ان تیلوں کو آگ پر خوب پکا لینا چاہیئے۔ ایک پیاز کا چھوٹا سا ٹکڑا اس میں ڈال دیں۔ جب یہ سرخ ہو جائے تو تیل کو اُتار لیں۔ اب یہ استعمال کے قابل ہوتا ہے اگرچہ اس کی غذائیت کم ہو جاتی ہے۔ لیکن تیزابی کیفیت کا بہت سا حصہ جل جاتا ہے۔

ویجی ٹیبل گھی بھی ان تیلوں سے ہی بنایا جاتا ہے زیادہ تر بنولوں اور کھوپرے کے تیل سے ان تیلوں میں سے ہائیڈروجن گیس گذاری جاتی ہے۔ لیکن اس میں غذایت کے لحاظ سے نقص اور کمی آجاتی ہے۔ اگرچہ پاکستان اور ہندوستان میں زیادہ تر یہی گھی استعمال کیا جاتا ہے خالص تیل اس ویجی ٹیبل گھی سے بہتر ہے۔

(۳) **حیوانی روغنیات**۔ ان میں چربی۔ مکھن اور گھی ہیں۔ غذائیت کے لحاظ سے بھی یہی ترتیب ہے۔ چربی میں دنبے کی دُم کی چربی ہضم کے لحاظ سے دوسری چربی سے بہتر ہے۔ غذائیت چربی میں زیادہ ہے۔ مکھن اور گھی کی نسبت بہتر ہے۔ کیونکہ اس میں روغن کے علاوہ دودھ کے بعض جزُ اور نمکیات بھی ہوتے ہیں

نباتاتی روغنوں کی نسبت حیوانی روغن زیادہ زود ہضم اور غذایت کے لحاظ سے زیادہ ہوتے ہیں

شکر۔ گڑ۔ چینی۔ ان میں گڑ اور شکر غذائیت کے لحاظ سے چینی سے بہتر ہیں۔ لیکن گڑ اور شکر میں کچھ پروٹین یعنی لحمی حصہ اور نمکیات باقی رہ جاتے ہیں۔ یہ پرانے ہونے سے اپنا رنگ اور ذائقہ تبدیل کر دیتے ہیں

دراصل۔ سٹارچ (نشاستہ)۔ روغن اور شکر وغیرہ طاقت پیدا کرنے والی اور جسم میں حرارت پیدا کرنے والی چیزیں ہیں۔ اس میں سے روغن میں کاربن اور ہائیڈروجن (جو طاقت اور حرارت پیدا کرتی ہیں) بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ اس کے بعد گڑ، شکر اور چینی کا درجہ ہے۔ ان میں نشاستہ کی نسبت یہ چیزیں زیادہ ہوتی ہیں۔ سب سے آخر میں نشاستہ یا سٹارچ ہے۔ اس خوراک کی محنت مشقت کرنے والوں کو زیادہ ضرورت ہے دوسرے لوگ اگر یہ خوراک زیادہ کھائیں گے تو ان کے بدن میں چربی یعنی موٹاپا زیادہ ہو جائے گا۔ اور اگر عمر ۴۰ برس سے زیادہ ہے تو دِل پہ بھی بُرا اثر پڑتا ہے۔

اب ہم کچھ سبزیوں کی بابت ذکر کرتے ہیں سبزی (تازہ) انسان کی خوراک کا ایک لازمی حصہ ہے۔ اگر تازہ سبزی کچھ عرصہ تک نہ کھائی جائے۔ تو سکروی کی بیماری ہو جاتی ہے جس میں دانت اور مسوڑے خراب ہو جاتے ہیں۔ خون میں ایسی تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جن کے باعث کمزوری سستی اور مختلف جگہ سے خون کا اخراج ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ دل اور دماغ کمزور ہو جاتا ہے۔ آنکھوں کی بینائی کم ہو جاتی ہے۔ اس لئے "تازہ سبزی" انسان کے لئے ضروری ہے اگرچہ اب ایک دوائی vitamin C. بازار میں آگئی ہے جو سبزی کی کمی کو پورا کر دیتی ہے۔ لیکن یہ گراں قیمت ہے۔ ہر ایک شخص اس کو خرید نہیں سکتا۔ سبزی سب قسم کی اچھی ہوتی ہے جو بھی موسم کے لحاظ سے مل جائے۔ وہی استعمال کریں سبزی (۱) بیج کی قسم مثلاً مٹر وغیرہ (۲) پھل کی قسم مثلاً کدو۔ کریلا۔ بیگن بھنڈی۔ ٹماٹر وغیرہ (۳) زمین کے اندر پیدا ہونے والا مثلاً شلغم۔ مولی۔ گاجر۔ آلو وغیرہ (۴) پتہ دار مثلاً پالک۔ میتھی خرفہ۔ شلغم و مولی کا پتہ وغیرہ۔ سبزی میں۔ ۱۔ ۲۔ ۳ قسم کی سبزیوں میں غذائیت تو اچھی ہے۔ لیکن vitamin C جو سبزی کا اصلی جزو ہے۔ وہ پتہ دار سبزی میں زیادہ ہے۔ پتہ دار سبزی میں ایک نہایت اعلیٰ جزو کلوروفل ہے۔ جو خون کے پیدا کرنے اور صاف کرنے کی صفت رکھتا ہے یہ ضروری نہیں کہ گراں قیمت سبزی استعمال کی جائے۔ شلغم اور مولی جو نہایت ارزاں ہیں ویسی ہی اچھی ہیں۔ جیسا کہ گراں قیمت سبزی۔ البتہ استعمال کے وقت ان کے پتے بھی استعمال کئے جائیں۔ اُن کو پھینک نہ دیا جائے۔

سبزی کے پکانے میں صرف دو باتوں کی احتیاط رکھی جائے۔ ایک تو یہ ہے کہ ان کو اُبال کر اور نچوڑ کر ان کا پانی نہ پھینکا جائے۔ دوسرے یہ کہ ان کو کڑ کڑاتے تیل یا گھی میں تلنا بھی اچھا نہیں۔ اس طرح vitamin C. اور ان کے نمکیات ضائع ہو جاتے ہیں۔ بعض کچی سبزی نہایت مفید ہوتی ہیں۔ لیکن فروخت کرنے والے ان کو گندے پانی میں دھوتے ہیں اور وہ بھی کھاد والے کھیت سے نکالی جاتی ہیں۔ اس لئے۔ ہیضہ۔ پیچش اور اسہال کا خطرہ ہوتا ہے۔ اگر گھر میں لاکر ان کو صاف اور تازہ پانی سے فوراً صاف کر لیں یا ہلکے پوٹاشیم پرمینگناس کے لوشن جس کا رنگ محض گلابی ہو۔ اس میں کچھ دیر دبا دیں پھر تازہ پانی سے دھو لیں۔ تو ایک حد تک بیماری سے محفوظ ہو سکتے ہیں۔ اگر ہیضہ۔ پیچش۔ اسہال ٹائی فائڈ فیور پھیلا ہوا ہو تو کوئی سبزی بھی جوش کھاتے ہوئے پانی میں ڈالے بغیر نہ کھائیں۔

vitamins جو ترکیبیں خوراک کے پکانے اور استعمال کرنے کی میں نے لکھی ہیں۔ اگر ان کے مطابق عمل کیا جائے تو کسی وی ٹے من کی ضرورت نہیں رہتی۔ پھر بھی یاد رکھیں (۱) جو بچے ماں کے دودھ کے علاوہ اور خوراک پر ہوں۔ ان کو اے۔ بی۔ سی۔ ڈی یعنی ملٹی وی ٹے من ضرور دیں (۲) بعض جگہوں میں

سبزی نہیں ملتی۔ وہاں 'C' Vitamin کا استعمال ضروری ہے (۳) پیٹ کی تکلیفوں کے مریضوں کو 'B' Vitamin کا استعمال ضرور کرائیں یہ دونوں دی ٹے من۔ دودھ میں موجود ہیں اس لئے وہ دودھ پئیں۔ جن سے یہ دونوں دی ٹے من مہیا ہو جائینگے۔

پھلوں کی بابت صرف یہ لکھنا ضروری ہے۔ کہ سب ہی پھل اپنی اپنی موسم میں اچھے ہیں۔ غذائیت اور فائدہ کے لحاظ سے ارزاں اور گراں پھل میں کوئی فرق نہیں بعض احتیاطیں ضروری ہیں مثلاً پھل کچا نہ ہو۔ حد سے زیادہ پک کر گل نہ گیا ہو۔ سڑا بُسا نہ ہو۔ گندے پانی میں دھویا نہ ہو۔ گندی زمین پر نہ رکھا ہو۔ بعض پھل مع چھلکے کے کھانا بہتر ہوتے ہیں۔ مثلاً سیب اس کو چھیلا نہ جائے۔ بلکہ دھو کر صاف کپڑے سے صاف کر لیا جائے۔ خربوزہ پھٹا ہوا نہ ہو۔ وہ پھل جو درخت پر لگے ہوں۔ مثلاً سیب آم یا چھت پہ ہوں۔ جیسے انگور وغیرہ زمین پر پڑے ہوئے پھلوں سے مثلاً خربوزہ۔ ککڑی۔ کھیرا وغیرہ سے بہتر ہوتے ہیں۔ اگر زمین پر پڑے ہوئے پھل سڑے ہوئے نہ ہوں۔ گندی زمین پر نہ ہوں گھر میں لا کر خوب احتیاط سے دھو لئے جائیں کھانے کے لئے بُرے نہیں۔

پس خوراک کی پیداوار کو بڑھانا اور اس کو کفایت شعاری کے ساتھ استعمال کرنا جس سے اس کی غذائیت اور مقدار میں کمی نہ آئے۔ موجودہ وقت میں پاکستان کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اور ہر طبقہ کے مردوں عورتوں کا فرض ہے۔ کہ اس پر عمل کریں۔ اور اپنے پیارے ملک کو تباہی سے بچائیں۔

اسلام کی فضیلت اور دیگر مذاہب

اسلام دنیا میں صلح و آشتی کا پیغام لایا ہے۔ اس نے تمام اختلافات کو مٹانے کی دعوت دی ہے۔ اور باہمی اتحاد اور اتفاق کے طریقے بتائے ہیں۔ اس نے ایسے اصول مقرر کر دئے ہیں جن کی پیروی سے دنیا میں امن قائم ہو جاتا ہے۔

اسلام نے تمام مذاہب کی بنیادی صداقت کا اعتراف کیا ہے اور سب بادیان مذاہب کو اللہ تعالے کا فرستادہ قرار دیا ہے۔ اتحاد مذاہب کے لئے یہ وہ **بنیادی چٹان** ہے۔ جسے اسلام نے پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ اسلام یہ کہتا ہے۔ کہ جن امور میں مذاہب کا باہمی اتفاق ہے کم از کم ان کے بارے میں ان کا عمل، ان کا رویہ اور مسلک ایک ہونا چاہیئے

اسلامی نقطۂ نظر سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ خدا تعالیٰ کے جملہ انبیاء پر ایمان نہ لائے جب تک وہ حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور دوسرے رسولوں کو خدا کا فرستادہ یقین نہ کرے پس ان حالات میں فضیلت اسلام کے بیان کرنے سے کے ہرگز یہ معنے نہیں کہ کسی برگزیدہ کی ہتک کی جائے یا کسی نبی کی نبوت کا انکار کیا جائے۔ بلکہ اسلام کی فضیلت اسی میں ہے۔ کہ اس نے جملہ نبیوں کی نبوتوں کو ثابت کیا ہے اور اس نے سارے مذاہب کو ابتداً منجانب اللہ قرار دیا ہے۔

اسلام کتنا پیارا مذہب ہے۔ اور اسلام کا یہ پیغام کتنا محبت بھرا پیغام ہے۔

بقایادارانِ الفرقان

اپنے بقایاجات جلد ادا فرما کر ادارہ سے تعاون کریں

(منیجر)

چند مفید حوالے

(از جناب مسعود احمد صاحب واقفِ زندگی قادیان)

(۲)

{لفظ خاتم کے حقیقی معنوں اور استعمال کی چار غیر مطبوعہ مثالیں رسالہ الفرقان ماہ جون ۱۹۵۷ء صفحہ ۳۰ پر شائع ہو چکی ہیں۔ مزید غیر مطبوعہ مثالیں (یعنی وہ مثالیں جو پہلے ہمارے لٹریچر میں طبع نہیں ہوئیں) درج ذیل کی جاتی ہیں۔}

(۵) میر محمد تقی میرؔ دہلوی فرماتے ہیں ؎

ہم جاہ و حشم یاں کا کیا کہیئے کہ کیا جانا
خاتم کو سلیماں کے انگشتر پا جانا

(رسالہ تذکیر و تانیث یعنی مشہور بہ مفید الشعراء ص۵۹)

(۶) میرزا محمد اسد اللہ بیگ خان غالبؔ دہلوی فرماتے ہیں ؎

سلطنت دست بدست آئی ہے
جامِ جم خاتمِ جمشید نہیں

(نظم اُردو مؤلفہ مولوی سید قائم رضا نسیمؔ امروہوی ص۱۳۸)

(۷) سید انشاء اللہ خان انشاؔ دہلوی فرماتے ہیں ؎

دیکھ اس کی پڑی خاتم یاقوت میں انگلی
ہاروت نے کی دیدۂ ماروت میں انگلی

(خلاصہ آبِ حیات آزاد ص۱۹۴ تیار کردہ مصوّر جذبات آفتاب بیدار بخت خان بیدار)

(۸) شمس العلماء مولانا خواجہ الطاف حسین حالیؔ پانی پتی "مرثیۂ مرزا غالب" میں لکھتے ہیں ؎

دو نہ اِک مشتِ خاک کے بدلے
گر ملے خاتمِ سلیمانی

(ادبِ اُردو مؤلفہ خان بہادر مولوی ادریس احمد بی اے ایس سی حصہ چہارم ص۲۰)

(۹) شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی اپنی کتاب موازنہ انیس و دبیر ص۲۹ پر لکھتے ہیں۔

"غالبؔ اور ذوقؔ جو خاتم الشعراء ہیں۔ ان کے ہاں وہ الفاظ بے تکلف ملتے ہیں۔ جن کو شیخ ناسخؔ مدتوں سے چھوڑ چکے ہیں"

(۱۰) نسیمؔ لکھنوی کہتے ہیں ؎

بدلے کی انگوٹھی ڈھیلی پائی - دست آویز اس کے ہاتھ آئی
خاتم تھی وہ نام کی نشانی - انسان کی دستبرد جانی
ہاتھوں کو ملا کہا کہ ہیہات - خاتم بھی بدل گیا ہے بہ ذات

(نوائے ادب ص۱۳۱ مؤلفہ و مرتبہ پروفیسر محرومؔ دہلوی)

(۱۱) منشی سرورؔ جہان آبادی کہتے ہیں۔

جگمگاتا نہ شبِ تار میں جگنو ہو کر
کاش رہتا میری خاتم کا نگیں تو ہو کر

(نوائے ادب ص۲۷ مذکورہ)

(۱۲) عرشؔ ملسیانی بی۔ اے ایڈیٹر "آج کل" (اُردو) دہلی اپنی کتاب چنگ و آہنگ ص۱۱ پر لکھتے ہیں ؎

اے نگینِ خاتمِ نسوانیت صد آفریں
اے امینِ جوہرِ انسانیت صد آفریں

(۱۳) پروفیسر سید نور اللہ حسینی انور اردو لیکچرار دی۔ آر۔ کالج نیلور لکھتے ہیں۔ ؎

نبوّت کی رسالت کی صداقت کی شفاعت کی
لئے مہرِ نبوّت تاج دار انبیاء آئے
نبی ایسا ہوا اب تک نہ ہوگا بزمِ دنیا میں
مجسّم رحمتِ عالمؐ بہ شانِ مصطفےٰ آئے

(رسالہ "آستانہ" دہلی صـ۲۶ ماہ فروری ۱۹۵۲ء)

(۱۴) مناجات مقبول صـ۴ (جس کو سید سخاوت حسین اختیار علی و سید ذو الفقار علی بکسیلر فرخ آباد نے شائع کیا ہے) پر درج ہے ؎

زمیں کا کیا عجز تو نے قبول - ہوئے ظاہر اس پر محمدؐ رسول
یہاں تک دیا اُن کے رتبہ کو طول - کہ لولاک ہے جن کی شانِ نزول
عطاء اُن کو مہرِ نبوّت کری
مری بار کیوں دیر اتنی کری

کسی کو کیا انبیاء اولیا - کسی کو دیا عہدہ ابدال کا
کسی کو قطب اور قلندر کیا - کسی کو دیا غوث کا مرتبہ
کسی کو عطا کی ہے پیغمبری
مری بار کیوں دیر اتنی کری

(۱۵) کتاب "میلاد اکبر" مصنفہ عطا رثانی صوفی خواجہ محمدؐ اکبر خان اکبرؔ وارثی میرٹھی کے صـ۸ پر "دوُر دتاج" میں خاتم النبیین کے معنی "مہرِ سب نبیوں کے" کئے گئے ہیں۔ اور اسی کتاب کے صـ۷ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے "حلیہ شریف" میں مولانا عبد السمیع بیدل رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ؎

گول چہرہ تھا پیاری صورت تھی۔ سُرخی آمیز گوری رنگت تھی
لب سے گویا ٹپکتی رحمت تھی۔ پشت پہ خاتمِ نبوّت تھی

(۱۶) کتاب "میلاد گوہر" مصنفہ عطا رثانی منشی گوہر علی خان گوہرؔ رامپوری کے صـ۳ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں لکھا ہے ؎

"اس کی شان میں ورفعنا لک ذکرک ارشاد فرمایا اور پُشتِ مبارک پر مہرِ نبوّت اشھد ان لا الٰہ الّا اللہ واشھد ان محمّد رسول اللہ کی لگا کر اپنا حبیب بنایا" اور اسی کتاب کے صـ۱۱ پر لکھا ہے۔ کہ آپؐ کی پھوپھی بی بی صفیہ نے آپؐ کی ولادت کے وقت دیکھا "آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوّت مثل ستارہ کے چمکتی تھی - جس پر بخطِ نور تحریر تھا۔

ان سب حوالہ جات سے لفظ خاتم کا صحیح استعمال ظاہر ہوتا ہے جو افضلیت اور کمال پر دلالت کرتا ہے ٭

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ کا

اِرشاد اور ہمارا فرض

سالانہ جلسہ کے موقع پر ۲۸ دسمبر ۱۹۵۵ء کو تقریر کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ بنصرہٗ نے رسالہ الفرقان کے ذکر پر فرمایا :-

"میرے نزدیک الفرقان جیسا علمی رسالہ تیس۳۰ چالیس۴۰ ہزار بلکہ لاکھ تک چھپنا چاہیئے اور اس کی بہت وسیع اشاعت ہونی چاہیئے"

(الفضل ۵ جنوری ۱۹۵۶ء)

اس ارشاد کی روشنی میں ہمارا کیا فرض ہے؟

اس سوال کا جواب آپ خود عنایت فرمادیں؟

جبابرہ کے دربار میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سفیر

مولانا ابوالوفا محمد عظیم اللہ میئوی

سنہ ۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ کو اپنا ایک مکتوب گرامی دے کر فرمانروائے مصر و اسکندریہ شاہ مقوقس کے پاس بطور سفیر کے روانہ فرمایا تھا جس کا قصہ یہ ہے کہ حدیبیہ سے واپسی کے وقت آپ نے فرمایا :-

لوگو! تم میں سے کون شخص میرے اس نامہ کو لے کر فرمانروائے مصر کے پاس جا سکتا ہے۔ خدا اسے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ فوراً بول اٹھے۔ حضور! یہ فرض میں انجام دوں گا۔

آپ نے ان کے حق میں برکت کی دعا فرمائی اور اسی وقت رخصت کیا۔

نامۂ مبارک کا مضمون :-

اس نامہ مبارک کا خلاصہ یہ ہے۔ محمد بن عبداللہ کی طرف سے مقوقس عظیم القبط کو۔ جو شخص ہدایت کی طرف آیا۔ میرا سلام۔ اما بعد میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ آپ اسلام قبول فرمائیے۔ آپ سالم اور مامون رہیں گے اللہ تعالیٰ آپ کو دوچند اجر دے گا۔ اور اگر آپ سعادت اسلام سے روگردانی کریں گے تو آپ کی ساری رعایا کا وبال اور گناہ آپ کی گردن پر ہوگا۔ اہل کتاب! آپ لوگوں کو ایسے کلمہ جامعہ کی طرف بلا کسی پس و پیش کے آجانا چاہیئے۔ جو ہمارے اور آپ لوگوں کے درمیان متفقہ طور پر مسلم ہے یعنی یہ کہ بجز اللہ کے کسی کی بندگی نہ کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ گردانو۔ خدا کو چھوڑ کر کوئی کسی کو اپنا رب نہ جانے۔ الخ ....

روانگی۔ انہوں نے آپ کا نامہ مبارک ہاتھ میں لیا اور سیدھے گھر پہنچ کر سواری کا انتظام کیا اور روانہ ہوئے بصد شوق مصر چلے۔ مگر یہ جب وہاں مصر میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ مقوقس شاہ مصر ایک مجلس میں شرکت کی غرض سے لب دریا اسکندریہ میں تشریف فرما ہیں۔ وہاں سے اسکندریہ روانہ ہوگئے اور اشارے سے اندر جانے کی اجازت طلب کی۔ ان کے ہاتھ میں ہوا میں اڑتا ہوا خط دیکھ کر مجلس کے اندر بلا لیا گیا۔ حضرت حاطب نے اندر پہنچ کر سر مجلس بادشاہ کے ہاتھ میں نامۂ مبارک دے دیا۔

شاہ مقوقس کا ایک اعتراض

خط پڑھ کر شاہ مقوقس نے کہا۔ حاطب! میں ان کو پیغمبر نہیں مانتا ہوں۔ اگر واقعتاً وہ پیغمبر ہی ہیں جیسا کہ تم لوگوں نے سمجھ رکھا ہے تو بتاؤ کہ :-

جب ان کے وطنی اور قومی مخالفین نے ملک سے ان کا اخراج کیا تو کون سی چیز مانع ہوئی۔ کہ ان کے حق میں بددعا کریں۔ اگر وہ ایسا کرتے تو وہ برباد ہی ہوجاتے پھر تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حکومت کا پرچم ہی وہاں لہرانے لگتا کسی دوسرے ملک میں فرار کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ ایسا نہ کرنا اور عاجزی کی زندگی

بسر کرنا پیغمبرانہ منصب کے سراسر خلاف ہے۔

حقیقت افروز جواب

مقوقس نے شاہانہ انداز میں مکرر سکرر ان فقروں کو دہرایا۔ حضرت حاطبؓ بھی بڑے فہمیدہ اور حاضر جواب تھے تھوڑی سی خاموشی کے بعد ایسا مسکت اور دندان شکن جواب دیا کہ اس کے ہوش اڑ گئے۔ فرمایا:۔

بادشاہ! آپ حضرت عیسیٰؑ کے بلاشبہ پیغمبر ہونے کا یقین کرتے ہیں۔ اگر وہ پیغمبر ہی تھے۔ اور بلاشبہ تھے تو ان کی قوم نے پھانسی کے تختہ پر چڑھانے کے لیے جب ان کو گرفتار کیا تو انہوں نے ان کے حق میں بددعا کر کے نجات کیوں نہ حاصل کی؟ کیا ایسا نہ کرنے سے کوئی بدبخت یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ وہ پیغمبر نہ تھے اور بددعا نہ کرنا پیغمبری کے سراسر خلاف ہے

حضرت حاطبؓ کے اس الزامی جواب کا مقوقس نے کوئی جواب نہیں دیا اور جواب دیتا کیا۔ اس کا کوئی جواب ہی نہیں ہے۔ لیکن وہ اس بے ساختہ جواب سے اتنا کافی متاثر ہوا۔ کہ فوراً بول اٹھا۔

احسنت انت حکیم جاء من حکیم

کہ آپ تو دانا آدمی ہیں اور ایک بہت بڑے دانا شخص کی طرف سے آئے ہیں۔

حکیمانہ اور عبرت آموز تقریر۔

حضرت حاطبؓ نے اس کی اس منصفانہ کیفیت کو دیکھ کر ایک بے باکانہ تقریر کی۔ فرمایا:۔

"بادشاہ! آپ سے پہلے سرزمین مصر میں ایک شخص (فرعون) گزر چکا ہے۔ جس نے بڑے کر و فر کے ساتھ حکومت کی ہے۔ لیکن غرور اور استکبار عن الحق نے اس کو مطلق العنان بنا کر رب اعلیٰ کا یقین دلایا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آن کی آن میں حکومت الٹ گئی۔ بحر قلزم نے اپنی سیبیں لے کر دوزخ کے حوالہ کر دیا۔ آپ کو پچھلی تاریخ سے اور دوسروں کے ہولناک انجام سے عبرت پذیر ہونا چاہیئے۔ غیروں کو اپنی ذات سے عبرت اور سبق آموزی کا موقع نہیں دینا چاہیئے۔

جناب والا! ہمارے پیغمبرؐ نے جب لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو قریشیوں نے مخالفت کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ یہودیوں نے بھی سخت دشمنی کی۔ لیکن نصاریٰ قوم کچھ محبت اور مودّت کے ساتھ پیش آئی ——— خدا کی قسم! موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی جو بشارت دی تھی وہ ٹھیک ٹھیک ایسا ہی ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دی ہے۔ (مبشرا برسول یاتی من بعدہ اسمہٗ احمد) علیٰ ہذا القیاس اب آپ لوگوں کو قرآن کو دعوت ہماری طرف سے ایسا ہی ہے۔ جیسے آپ لوگ اہل تورات کو انجیل کی دعوت دے رہے ہیں۔ نبی کے زمانہ بعثت میں جو قوم ہوتی ہے وہ ساری قوم اس کی امت ہوتی ہے۔ اس کا یہ فرض ہے۔ کہ اپنے زمانہ کے پیغمبر کی پیروی کرے۔ دیکھئے۔ آپ نے بھی اس نبی کا زمانہ پایا ہے۔ اس لئے آپ خیال سابق پر نظر ثانی کیجئے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ مسیح علیہ السلام کا دین ترک کر دیا جائے بلکہ ہم اسی دینِ مسیح کی دعوت دیتے ہیں۔"

حضرت حاطبؓ کی دلدوز اور ایمان افروز گفتگو سن کر بادشاہ نے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق آخری بات جو کہی وہ یہ تھی کہ:۔

میں نے جہاں تک ان کے بارے میں غور کیا اس سے اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ فطری امور کا حکم دیتے ہیں۔ میں ان کو گمراہ جادوگر اور جھوٹا کاہن نہیں سمجھتا (جیسا کہ لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے) ان کی غیبی خبروں کے باعث پیغمبری کے آثار ان میں پا رہا ہوں۔ لیکن آئندہ مزید غور کے بعد کچھ قطعی فیصلہ کرونگا۔

شاہ مقوقس نے انہیں کے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کو ہاتھی دانت کے صندوقچہ میں رکھ کر مہر لگا دی اور اپنی ایک باندی کے حوالہ کیا کہ اسے حفاظت سے رکھو اور ایک عربی نویس کاتب کو بلا کر آپ کے مکتوب گرامی کا جواب لکھوا کر حضرت حاطبؓ کے حوالہ کیا اور بڑی عزت کے ساتھ ان کو روانہ کیا۔

خط کا مضمون

اس خط کا خلاصہ یہ ہے۔ محمد بن عبد اللہ کے نام مقوقس عظیم القبط کی طرف سے سلام!
حضور والا، میں نے آپ کا مکتوب گرامی بغور پڑھا۔ آپ کی دعوت اور اس مکتوب کے سارے مفہوم کو سمجھ گیا۔ میں یہ جانتا ہوں کہ ایک آخری نبی کی آمد باقی ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ شامی خطہ سے ظاہر ہوگا۔ بہرحال میں نے آپ کے قاصد کی بڑی قدردانی کی ہے (یعنی سو دینار اور پانچ کپڑے دیئے) اور خاص طور پر آپ کی خدمت کے لئے دو لونڈیاں اور سواری کے لئے ایک بہترین خچر بطور ہدیہ دیا ہے۔ نیز کسوہ (بیس عدد کپڑے) آپ کے لئے روانہ کیا ہے۔ والسلام ـــ

بعض دوسری روایتوں میں ہے کہ اس نے ایک عمدہ گھوڑا، خالص مصری شہد، اعلیٰ درجہ کی سرمہ دانی، نہایت خوش نما آئینہ کنگھا اور مسواک نیز اس قسم کی اور بھی بہت سی چیزیں ہدیۃً حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی تھیں۔

ایک روایت میں ہے کہ بطور مشایعت حضرت حاطبؓ کے ساتھ ایک فوج بھی اس نے جزیرہ عرب تک بھیجی تھی اور جب وہاں مدینہ جانے والا ایک شامی قافلہ ان کو مل گیا تو وہ لشکر اسکندریہ کو واپس چلا گیا۔ اور یہ مدینہ کو روانہ ہوئے۔ (السیرۃ الحلبیہ ص ۳۲۳۴۹ السیرۃ النبویہ ص ۳۲۰۷۰ الاستیعاب ص ۱۲۰۱۳۲)

وفات:۔ طبرانی کی روایت کے بموجب بعمر ۶۵ سال سنہ ۳۰ھ میں حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کی وفات مدینہ میں ہوئی۔ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی؎

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(ماخوذ)

مرہم عیسیٰ

یہ الہامی مرہم حضرت مسیح عیسےٰ ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک معجزہ ہے۔ جو خطرناک ناصوروں، گندی بہتی خنازیروں، طاعونی گلٹیوں۔ ہر قسم کے سرطان کاربنکل۔ بواسیر گنج۔ پرانے گندے زخموں تر و خشک کھجلی سخت طحال۔ ہر قسم کے دردوں آگ یا ابلتے پانی سے جل جانے۔ کسی ضربہ سقطہ سے کٹ جانے۔ زہریلے جانوروں۔ یعنی سانپ بچھو دیوانہ کتے کے کاٹنے یا سردی سے ہاتھ پاؤں کے پھٹ جانے اور ہر قسم کے پھوڑے پھنسی کے لئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ عورتوں کی خطرناک امراض سرطان رحم۔ قروح رحم۔ شقاق رحم ورم رحم میں مسیحائی اثر دکھاتی ہے۔ آج تک ایسی کوئی مرہم ایجاد نہیں ہوئی۔

قیمت فی ڈبیہ کلاں پانچ روپیہ۔ خورد اڑھائی روپیہ نمونہ ایک روپیہ میں علاوہ محصول ڈاک۔

ڈاکٹر مرزا نذیر حسین ۱۔ گولمنڈی روڈ۔ لاہور سے طلب کریں

حمد باری تعالیٰ اور شکریہ احباب

انسان اگر غور کرے تو اسے ہر بات میں اور ہر کام میں خدا تعالیٰ کا ہاتھ کام کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے ۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ اس ساری کائنات میں اور تمام عسر و یسر میں انسان کو یہ سبق دینا چاہتا ہے ۔ کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اسی کو سب طاقتیں حاصل ہیں ۔ اور وہ واحد لاشریک لہ ہے ۔ یہ سبق حاصل کرنے والے ہی کامیاب ہیں ۔

۷ ستمبر ۵۸ء کو کراچی میں مکرم چوہدری محمد اسرائیل صاحب کے پرائیویٹ ٹانگہ کے الٹنے سے عاجز ٹانگہ کے نیچے آگیا تھا ۔ باقی ساتھی عموماً محفوظ رہے تھے صرف اخویم مولوی عبدالمالک صاحب کے ہاتھ پر چوٹ آئی تھی مجھے زیادہ تکلیف پہنچی تھی ۔ ٹانگ اور بازو پر چوٹ کے علاوہ بعض پسلیاں ٹوٹ گئی تھیں ۔ جماعت کراچی کے احباب نے بہت ہمدردی کی اور دوسرے صدہا احباب اور بزرگوں نے بھی تاروں اور خطوط کے ذریعہ بیمار پرسی کی اور بے شمار احباب نے دعائیں فرمائیں میں ان سب کے لئے دل سے دعاگو ہوں ۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے اور ان کی مشکلات کو دور فرمائے آمین ۔

کراچی میں پہلے X - Ray پر یہ معلوم ہوا کہ پانچویں پسلی میں Fracture ہے ۔ تین ہفتے علاج کی ضرورت ہے ۔ ۲۰ ستمبر کو کراچی کے دوسرے X - Ray کی رپورٹ میں بتایا گیا ۔ کہ تیسری اور چوتھی پسلی بالکل شکستہ ہیں اور اپنی جگہ سے بھی ہل گئی ہیں ۔ دعائیں اور علاج جاری رہا ۔ مورخہ ۷ نومبر کو لاہور میں X - Ray لیا گیا تو ڈاکٹر صاحب نے رپورٹ میں تحریر فرمایا کہ :-

"There is fracture of the 2nd, 3rd, 5th, 6th, 7th and 8th ribs on the left side. Bones are in good alignment and show well advanced callus formation. Lungs clear, Heart normal"

گویا دراصل ابتداء سے ہی چھ پسلیاں شکستہ تھیں مگر ان کا پورا پتہ نہ لگ سکا ۔ اب جب بفضل تعالیٰ وہ جڑ چکی ہیں ان کا علم ہوا ہے ۔

میں یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھتا ہوں کہ ابتداء میں پوری وضاحت نہ ہو سکی ورنہ زیادہ پریشانی ہو جاتی باقی صحت و شفاء تو محض اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے پھر یہ بھی اس کا محض احسان ہے ۔ کہ اس نے ان حالات میں اب پھر کام کرنے کے قابل بنا دیا ہے ۔ اب میری عام صحت اچھی ہے ۔ مگر کچھ کمزوری باقی ہے اور ذرا زیادہ کام کرنے سے تھکان ہو جاتی ہے ۔ کچھ اس عرصہ کی دواؤں وغیرہ کے اثرات بھی باقی ہیں ۔ احباب سے درخواست دعا ہے ۔ کہ وہ کامل شفا یابی کے لئے دعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں ۔

میں ان سطور کے ذریعہ جہاں اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکر کرتا ہوں کہ گویا اس نے مجھے نئی زندگی

دی ہے۔ وہاں ان بزرگ اور مخلص احباب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جو اس عرصہ میں خاص طور پر دعا کرتے رہے ہیں۔ اور ہر طرح ہمدردی کرتے رہے ہیں جزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

مجھ ایسے نابکار فرد کی صحت و بیماری ایک ذاتی سا معاملہ ہے اس لئے اس کے بارے میں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ صرف تحریک دعا کے مد نظر یہ سطور درج کر دی ہیں۔ نیز اس لیئے بھی کہ بہت سے احباب اس کا تقاضا کرتے تھے۔ ابھی ابھی کولوتارڑ ضلع گوجرانوالہ سے جناب حافظ قاری فتح محمد صاحب کا گرامی نامہ موصول ہوا ہے کہ:۔

"آپ کی چوٹ کی وجہ سے تکلیف یا صحت کے متعلق شائع ہوتا رہا۔ تو سُن کر اگر صحت ہو تو کچھ تسکین ہوتی تھی۔ اور اگر تکلیف کا اظہار ہو۔ تو صدمہ اور قلق ہوتا رہا۔ اب بہت دنوں سے اخبار میں مَیں نے کچھ نہیں سُنا۔ لہٰذا عریضہ ارسال خدمت ہے۔ کہ آپ اپنی خیریت سے مطلع فرماویں مجھے آپ سے دلی محبت اور اعتقاد ہے۔ اس لئے آپ کی تکلیف سے دل کو تکلیف ہوتی ہے اور آپ کی راحت سے راحت۔"

ایسے تمام للّٰہی محبت کرنے والے احباب کی خدمت میں یہ سطور اسی نیت سے پیش ہیں کہ وہ بھی سابقہ فضل الٰہی پر اللہ تعالیٰ کی حمد کریں۔ اور مزید دعاؤں سے اللہ تعالیٰ کے مزید فضلوں کو جذب کریں اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ ہو اور اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی ہمیشہ توفیق بخشے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خاکسار

ابوالعطاء جالندھری احمد نگر۔ ربوہ ۳۰ر نومبر ۵۸ء

رسالہ الفرقان کے خاص معاونین کی تازہ فہرست

(۱) چوہدری انور حسین صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت ہائے شیخوپورہ۔ چالیس خریدار
(۲) چوہدری عبدالرحمن صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ ملتان۔ بیس "
(۳) چوہدری عبدالحق صاحب ورک زعیم اعلیٰ انصاراللہ کراچی یکصد "
(۴) میجر ڈاکٹر سراج الحق خان صاحب کوئٹہ پانچ "
(۵) مرزا محمد امین صاحب تاجر چمن چھ "
(۶) مکرم محمود احمد صاحب شارع اقبال کوئٹہ دو "
(۷) شیخ عبدالاحد صاحب " پانچ "
(۸) میاں محمد الدین صاحب آف ننگل " چار "
(۹) مجلس انصار اللہ ملتان چھاؤنی چار "
(۱۰) چوہدری عبداللطیف صاحب ملتان شہر ایک "
(۱۱) چوہدری عبدالرحمان صاحب " " دو "
(۱۲) چوہدری عبدالرزاق صاحب " " دو "
(۱۳) چوہدری کرام اللہ صاحب " چھاؤنی چار "
(۱۴) مرزا محمد اسماعیل صاحب چمن ایک "
(۱۵) ڈاکٹر عبدالرشید صاحب زعیم مجلس انصاراللہ کوئٹہ دس "
(۱۶) شیخ کریم بخش صاحب اینڈ سنز " چار "
(۱۷) ملک کرم الٰہی صاحب ایڈووکیٹ " پانچ "
(۱۸) شیخ محمد حنیف صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ " چھ "
(۱۹) مرزا منور بیگ صاحب برلاس برادرز " پانچ "
(۲۰) محمود احمد صاحب انٹرنیشنل ریڈیو کارپوریشن " دو "
(۲۱) مستری محمد حسین صاحب احمد نگری " دو "
(۲۲) مولوی صدرالدین صاحب تاجر کراچی ایک "
(۲۳) چوہدری احمد مختار صاحب " پانچ "
(۲۴) چوہدری مسعود احمد صاحب خورشید " دس "
(۲۵) میجر شمیم احمد صاحب " دس "
(۲۶) چوہدری محمد اسرائیل صاحب " دو "
(۲۷) خان سید رسول صاحب " پانچ "
(۲۸) مکرم غلام احمد صاحب کمبل سٹریٹ " بارہ "
(۲۹) مکرم ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب کا ہچی " تین "
(۳۰) شیخ عبدالحفیظ صاحب " دس "
(۳۱) ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب رحمان شفاخانہ " چار "

(باقی آئندہ)